شعبان المعظم 1435ھ

جون 2014ء

ماہنامہ

المُرشِد

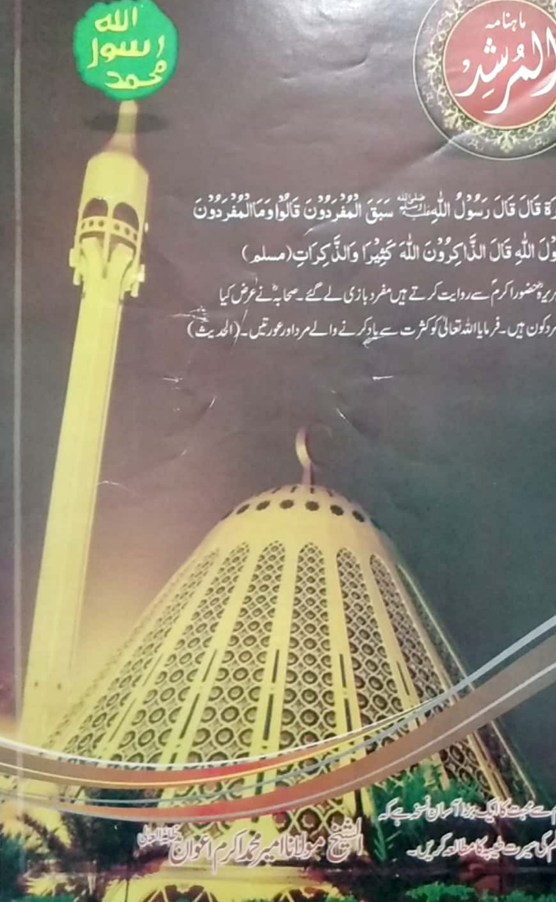

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ قَالُوْا وَمَا الْمُفَرِّدُوْنَ

یَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الذَّاكِرُوْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَالذّٰكِرَاتِ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ حضور اکرمؐ سے روایت کرتے ہیں مفرد بازی لے گئے۔ صحابہؓ نے عرض کیا

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مفرد کون ہیں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور عورتیں۔ (الحدیث)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا ایک بڑا آسان نسخہ ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کریں۔

الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

Fatima-Mosque-in-Kuwait

تصوف

تصوف کیا ہے؟

اپنی رائے کو اللہ کے حکم کے سامنے فنا کر دینے کا نام تصوف ہے۔ اللہ کریم نے دنیا بنائی اور بتا دیا کہ دنیا کے باغ میں حالات و مسائل کے کانٹے بھی ہوں گے اور پھول بھی۔ بارش بھی ہوگی اور اولے بھی پڑیں گے۔ فراخی و فراوانی کی آسودگی بھی ہوگی اور ترشی و تنگی کا سامنا بھی ہوگا۔ اس سارے نظام سے گذرنا ہوگا لیکن اس میں دیکھا صرف یہ جائے گا کہ بندے کا تعلق اللہ اور اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ہے یا نہیں۔

تصوف یہ تعلق نبھانا سکھاتا ہے۔ جس کا تعلق اللہ سے ہو جائے اس کے لئے اللہ کی رحمت کو پانا آسان ہوتا ہے۔ اس کو زندگی آسان لگتی ہے، ہزار مشکلوں میں گھرا مزے سے جیتا ہے اور اس کی آخرت بھی پُر لطف ہوتی ہے۔

جب یہ سمجھ آجائے کہ فیصلے اس کے نافذ ہوں گے جس کی کائنات ہے تو ضرورت پڑتی ہے کہ بندہ اپنی آرزوئیں، تمناؤں اور خواہشات کو تبدیل کر لے اور یہ دنیا کا مشکل ترین کام ہے۔ اس کے لئے بڑی قوت و طاقت چاہیے، ایک جنون اور عشق چاہیے جو بندے کی رائے کو مسل کر گذر جائے اور اطاعت الٰہی پر کاربند کر دے۔ اس عشق و جنون کے لئے برکاتِ نبوت کی ضرورت ہے۔ برکات نبوت کے حصول کو پانا ہی تصوف کا راستہ ہے۔

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست: حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ، شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

ماہنامہ المرشد

PS/CPL#15

جون 2014ء، شعبان المعظم/1435ھ

جلد نمبر 35 شمارہ نمبر 10

مدیر: محمد اجمل

معاون مدیرہ: آصفہ اکرم (اعزازی)

سرکولیشن منیجر: محمد اسلم شاہد

قیمت فی شمارہ: 40 روپے

فہرست

اسرار التنزیل سے اقتباس	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	3
اداریہ	محمد اجمل	4
کلام شیخ	سیماب اویسی	5
اقوال شیخ	انتخاب	6
طریقہ ذکر		7
ماہانہ بیان	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	8
مسائل السلوک	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	16
اکرم التفاسیر	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	21
سوال وجواب	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	31
خواتین کا صفحہ	ام فاران، راولپنڈی	34
علامہ اقبال کی فارسی نظم اور ترجمہ		43
بچوں کا صفحہ	ع خان، لاہور	45
کمال نسبت اویسیہ	نوید اشرف، واہ کینٹ	46
مساعی جمیلہ	بنت حاجی غلام احمد، اسلام آباد	48
Questions and Answers	Ameer Muhmmad Akram Awan MZ	54
A LIFE ETERNAL CH:21	Abul Ahmadain Translation: Naseem Malik	56

بدل اشتراک

پاکستان 450 روپے سالانہ، 235 روپے ششماہی

بھارت / سری لنکا / بنگلہ دیش	1200 روپے
مشرق وسطی کے ممالک	100 ریال
برطانیہ یورپ	135 سٹرلنگ پاؤنڈ
امریکہ	160 امریکن ڈالر
فار ایسٹ اور کینیڈا	160 امریکی ڈالر

انتخاب جدید پریس لاہور 042-36309053 ناشر: عبدالقدیر اعوان

سرکولیشن ورابطہ آفس: ماہنامہ المرشد، 17 اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ ٹاؤن شپ، لاہور
Ph:042-35180381, Email:monthlyalmurshed@gmail.com

مرکزی دفتر: دارالعرفان ڈاکخانہ نور پور ضلع چکوال۔ ویب سائٹ سلسلہ عالیہ: www.oursheikh.org
Ph:0543-562200, FAX: 0543-562198 Email: darulirfan@gmail.com

ختم خریداری کی اطلاع

○ یہاں اس دائرے میں اگر کراس ✕ کا نشان ہے تو اس بات کی علامت ہے کہ آپ کی مدت خریداری ختم ہوگئی ہے۔

"قرآن حکیم کو اس نیت سے پڑھو کہ میرا پروردگار مجھ سے باتیں کر رہا ہے"۔

اچھوتے انداز اور منفرد طرزِ تحریر کی حامل

تفسیر قرآن حکیم اسرار التنزیل سے اقتباس

سجدہ کا مفہوم:

تو گویا ادبی اصطلاح میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دو اسجدوا لآدم اور اگر یہ کہا جائے کہ گو مقصد تو یہی تھا مگر سجدہ ضرور کیا گیا تو کیا حرج ہے اب بھی تو بیت اللہ کو سجدے کئے جاتے ہیں حالانکہ اس میں سوائے گارے اور پتھروں کے اور کیا رکھا ہے مگر مسجود بیت اللہ نہیں وہ ہے جس نے اپنی ذات کو سجدے کرانے کے لئے بیت اللہ کو قبلہ مقرر کیا ہے اور اسے مہبطِ تجلیات بنا دیا ہے اگر گارا اور پتھر مسجود ہیں تو کیا اُنہیں وہاں سے اکھیڑ کر کسی اور جگہ مکان بنا دیا جائے تو کوئی مسلمان سجدہ کرے گا ہرگز نہیں۔

یہی حال یہاں ہے کہ اس کی ذات فرشتوں کے ادراک سے بھی وراء الوراء ہے سجدہ اُسی کو ہو رہا ہے جو مسجودِ خلائق ہے مگر قبلہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں کہ اس تک رسائی کا واسطہ اور ذریعہ صرف آدم علیہ السلام ہی ہیں کہ یہی نبوت کے تاج سے سرفراز کئے گئے اور نبوت واحد راستہ ہے جو اللہ سے ملاتا ہے مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ تعظیمی سجدے کئے جائیں۔ میرے خیال میں تو اسے دلیل بنانے والوں کو صرف یہ سوچنا کافی ہے کہ کیا ہم آدم علیہ السلام کے اتباع کے مکلف ہیں یا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے۔ نیز جو دلیل والدین اور بھائیوں کے حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے سجدہ کرنے کی دی جاتی ہے وہ بھی صحیح نہیں کہ اوّل تو ہم اس کے مکلف نہیں دوسرے وہ بھی وہی تعظیم تھی جو بادشاہوں کو دی جاتی ہے۔ جو حضرت یعقوب علیہ السلام نے انتہائی خوشی کے اظہار کے لئے دی ورنہ یعقوب علیہ السلام جیسا محبت کرنے والا ضعیف العمر باپ یوسف علیہ السلام جیسا نبی حسین و جمیل بیٹا اور اس سے اپنے سامنے اصطلاحی سجدہ کروا رہا ہے یہ بات کچھ دل کو نہیں لگتی ہے۔ واللہ اعلم۔

بہر حال فرشتوں سے آدم علیہ السلام کی غلامی کا عہد لیا گیا جیسے کوئی بھی آج کا صدر جب گورنر مقرر کرتا ہے تو پوری صوبے کی انتظامیہ اس کی اطاعت پر کمر بستہ ہو جاتی ہے وہ غلط حکم دے رہا ہے یا صحیح اس بات سے ان کو سروکار نہیں یہ مقرر کرنے والا جانے اور وہ جانے۔ مگر صدر جب اُسی کی گرفتاری کا حکم دے دے تو پھر فوراً سب کی آنکھ بدل جائے گی اور اُسے کشاں کشاں لے جائیں گے۔ یہی حال یہاں ہے انسان جو کچھ کرنے کا ارادہ کرتا ہے اس کے اختیارات کی حدود کے اندر سب کچھ ہوتا چلا جاتا ہے ورنہ زانی کی قوتیں اگر بوقتِ زنا جواب دے جائیں، چور کے پاؤں چوری کی طرف نہ چلتے یا کائنات کی اشیاء کے استعمال میں برائی پر اُس کا ہاتھ رُک جاتا تو یہ مکلف نہ رہتا بلکہ مجبورِ محض کہلاتا۔ سو اب فرشتے خواہ ان کے مزاج کے کس قدر خلاف بھی کام ہو، سدِ راہ نہیں بنتے جب تک روکنے کا حکم حاکمِ اعلیٰ نہ دے۔

اداریہ

تجدیدواحیائے دین

چودھویں صدی ہجری (بیسویں صدی عیسوی) میں کافرانہ طاقتیں اپنے عروج پر تھیں۔ایک طرف عیسائی انگریز تھے جن کی سلطنت میں سورج غروب نہیں ہوتا تھا۔دوسری طرف اشتراکی روس تھا جس نے وسطِ ایشیا اور یورپ کی مسلم ریاستوں پر قبضہ جما کر اپنا الحادی نظام جاری کر دیا۔انگریزوں نے بھی اسلامی خلافت کو ختم کر کے اُس کے زیرِ نگیں علاقوں پر قبضہ کر لیا یا پھر وہاں اپنے وفادار گماشتوں کو تختِ سلطنت پر متمکن کر دیا۔

عجیب بات ہے کہ جہاں کفر کی ظلمت پوری دُنیا پر چھا گئی وہاں اللہ تعالیٰ نے ایسے درددل رکھنے والے حضرات پیدا فرما دیے جنہوں نے مسلمانوں کے دلوں میں اسلام کی شمع کو بجھنے نہ دیا اور اُسے ہوا دیتے رہے۔علامہ اقبالؒ، سید جمال الدین افغانیؒ، مولانا محمد علی جوہرؒ، امام شاملؒ اور تصوف کے میدان میں قلزمِ فیوضات حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ۔ مؤخر الذکر نہ صرف خود رُوحانیت کے کمال کو پہنچے بلکہ ایسے شاگرد چھوڑے جنہوں نے اُس کو چہار دانگِ عالم میں پھیلا دیا۔ اُن کے خلیفہء اوّل الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہٗ العالی نے پوری دُنیا کو اسلام کی روح سے آشنا کر دیا ہے اور گوشے گوشے سے لوگ کھنچے چلے آ رہے ہیں۔جدید ٹیکنالوجی یعنی انٹرنیٹ کے ذریعے دلوں کی دُنیا اللہ کے پاک نام سے اُن کافر ملکوں میں بھی آباد کی جا رہی ہے جو حکومتی سطح پر اسلام کو مٹانے میں کوشاں ہیں۔

لیکن اس انقلاب کو ابھی کچھ دیر ہے جس کا خواب جانباز امیر محمد اکرم اعوان مدظلہٗ العالی نے "رب کی دھرتی رب کا نظام" کی صورت میں دیکھا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ رب کی دھرتی پر رب کا نظام نافذ کرنے سے قبل اپنے وجود پر یہ نظام نافذ کرنا ہوتا ہے جو ابھی تشنہء تکمیل ہے۔ہماری اکثریت اس سے کوسوں دُور ہے اس لیے کہ وہ برکات جو جانباز امیر دلوں میں بانٹ رہے ہیں اس کے حامل پوری آبادی کے مقابلے میں بہت کم تعداد میں ہیں۔اگر ہم چاہتے ہیں کہ "رب کی دھرتی رب کا نظام" ایک حقیقت بن جائے تو اپنے اہلِ خانہ سے شروع کر کے اپنے اقرباء، دوستوں اور پڑوسیوں کو برکاتِ نبوی ﷺ سے روشناس کرائیں، ان کے دلوں کو اللہ کے پاک نام سے آباد کریں۔اس سلسلے میں ایک تربیتی پروگرام دارالعرفان منارہ ضلع چکوال میں 23 مئی 2014 سے جاری ہے جو 22 جون 2014 تک رہے گا۔جہاں برکاتِ نبوی ﷺ لٹائی جا رہی ہیں، جن کو حاصل کرنے کے لیے صرف خلوص کی ضرورت ہے۔خواتین و حضرات آئیں اور اس کو حاصل کریں۔احیائے دین کا یہی ایک طریقہ ہے اور یہی وہ طریقہ ہے جس سے "رب کی دھرتی رب کا نظام" ایک حقیقت بن سکتا ہے۔

محمد اجمل

کلامِ شیخ

سیماب اویسی

امیر محمد اکرم اعوان، سیماب اویسی کے قلمی نام سے شاعری کرتے ہیں۔ آپ کے کلام کے مندرجہ ذیل مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

- گردِ سفر
- متاعِ فقیر
- آس جزیرہ
- کون سی ایسی بات ہوئی ہے
- نشانِ منزل
- سوچ سمندر
- دیدۂ تر

اپنی شاعری کے بارے میں خود لکھتے ہیں:

"مگر حق یہ ہے کہ یہ سب محض میری کیفیات اور میرے جذبات کے اظہار کے علاوہ کچھ نہیں۔ یہ اشعار کیسے ہیں، ان کا معیار کیا ہے، بلکہ یوں کہیے یہ اشعار ہیں یا نہیں، اس کی مجھے خبر نہیں اس لئے کہ میں نے یہ فن سیکھا ہے نہ اس کے اسرار و رموز۔ میں نے جتنا بھی سیکھا سب کچھ اپنے عظیم شیخ کی توجہ اور نگاہ کا حاصل ہے۔ اگر ان اشعار میں واقعی کوئی کمال نظر آئے تو یہ اللہ کی عطا اور شیخ المکرم کا فیضانِ نظر ہے۔ اور اس کے سارے سقم کی ذمہ داری میری کمزوریوں کا نتیجہ ہے۔ اللہ کرے جو میں چاہتا ہوں وہ کہہ سکا ہوں اور جو کہہ گیا ہوں وہ کسی کی سمجھ آ سکے تو میں نے اپنا مقصد حاصل کر لیا"۔

فیضانِ نظر، متاعِ فقیر

نعت

تیری یاد ہمسفر ہے تیری یاد دِلربا ہے
وہ جگہ ہے میری منزل جہاں تیرا نقشِ پا ہے

تیرے نور سے ہیں روشن میری راہیں دو جہاں میں
تیرا نام بن کے سورج دِل میں چمک رہا ہے

تیرے راستوں میں ہر جا بکھرے ہوں چاند جیسے
دیکھیں نظر سے دِل کی وہ تیرا نقشِ پا ہے

مَیں اور طلب ہو تیری کہاں یہ مجال میری
دِل زار نا سمجھ ہے ہر دم تڑپ رہا ہے

کبھی نور بانٹتا تھا تیرا قافلہ جہاں میں
مگر آج تیرا مسلم ظلمت میں گھِر گیا ہے

اسے اِک نظر عطا کر، اسے خود سے آشنا کر
یہی ہے علاج اس کا ورنہ یہ مٹ رہا ہے

تو پیمبر زماں ہے، تیرا نور جاوداں ہے
اسے کر عطا خدارا یہی اس کا آسرا ہے

دِل زندہ پھر عطا کر، اسے درد آشنا کر
ملے پھر سے قافلے میں، جس سے بچھڑ گیا ہے

تیرے نام پر فدا ہو، تیرا درد بانٹتا ہو
بن جائے اس کی بگڑی سیماب کی دُعا ہے

"کنزِ دل" سے اقتباس

اقوالِ شیخ

1۔ ولایت، ولی اللہ کو اللہ کی ذات یا صفات میں شریک نہیں کر دیتی بلکہ اس کی ذات کو اللہ کی عظمت کے سامنے فنا کر دیتی ہے۔

2۔ عمل صالح کی توفیق ہی تب ہوتی ہے جب دل حقیقت سے آشنا ہوتا ہے۔

3۔ انسان اگر خلوص کے ساتھ کسی ولی اللہ کے دروازے پر جم جائے شرط یہ ہے کہ وہ ولی بھی ہو تو انسان کتنی بڑی نعمتیں پا سکتا ہے اس کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا۔

4۔ اب وہ زمانہ گیا جب لوگ نیکی کرتے اور نیک کہلاتے تھے اب جو برائی نہیں کرتا ہم اسے نیک سمجھتے ہیں کہ کم از کم مخلوق اس کے شر سے محفوظ ہے۔

5۔ غیر مسلم بے حیائی کو پھیلانے کی جتنی کوشش کر رہا ہے، مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ انہی ذرائع کو استعمال کر کے ایمانیات، اخلاقیات اور تعلیمات آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے زیادہ پھیلانے کی کوشش کریں۔

6۔ اللہ کریم کا کتنا لطف عام ہے کہ اسے ہر بندہ مومن اتنا قیمتی ہے کہ اس کا نظام الاوقات اللہ رب العزت ترتیب دیتے ہیں کہ اسے کب سونا ہے، کب جاگنا ہے، کیا کرنا ہے، کیا نہیں کرنا!

7۔ جتنے نازک رشتے ہیں ان میں سے سب سے نازک رشتہ اُمتی کا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے۔

8۔ اللہ واحد حقیقت ہے جو ہر لمحہ ہر آن ہر جگہ موجود ہے اگر کوئی کہے کہ میں اللہ کی تلاش میں ہوں تو درحقیقت اُس کی اپنی آنکھیں بند ہیں۔

9۔ لطائف منور ہو جائیں تو گناہ سے نفرت ہو جاتی ہے اور نیکی سے ایک مسرت کی لہر سی دوڑتی ہوئی محسوس ہوتی ہے یہی اصل پہچان ہے۔

ذکر کا فائدہ یہ ہے کہ بندے کو اپنے کچھ نہ ہونے اور اللہ کے سب کچھ ہونے کا احساس ہوجائے۔

ذاتِ باری کے معاملے میں اپنے نہ ہونے کا ادراک ہوجائے کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں سب کچھ وہ ہے۔

شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

طریقۂ ذکر

پہلا لطیفہ۔ مکمل یکسوئی اور توجہ کے ساتھ ہر سانس کی آمد و رفت پر اس طرح گرفت ہو کہ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ قلب پر لگے۔

دوسرے لطیفے کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ دوسرے لطیفے پر لگے۔ اسی طرح تیسرے چوتھے اور پانچویں لطیفہ کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ اس لطیفہ پر لگے جو کیا جا رہا ہو۔ دیئے گئے نقشے میں انسان کے سینے، ماتھے اور سر پر لطائف کے مقامات بتائے گئے ہیں جن کا خیال کر کے ذکر کیا جاتا ہے۔

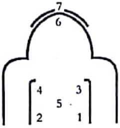

چھٹا لطیفہ۔ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کا شعلہ پیشانی سے نکلے۔

ساتواں لطیفہ۔ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کا شعلہ پورے بدن کے ایک ایک مسام اور خلیہ سے باہر نکلے۔

ساتویں لطیفہ کے بعد پھر پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ سب سے پہلے بیان ہوا ہے۔ ذکر کے دوران سانس تیزی اور قوت سے لیا جائے اور ساتھ ہی جسم کی حرکت جو سانس کے تیز عمل کے ساتھ خود بخود شروع ہو جاتی ہے۔ پورا خیال رہے کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر سے خالی نہ ہو۔ توجہ قلب پر مرکوز اور ذکر کا تسلسل ٹوٹنے نہ پائے۔

رابطہ: ساتوں لطائف کے بعد رابطہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ یہ ہے۔ ساتویں لطیفہ کے بعد پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے اور پھر رابطہ کے لئے سانس کی رفتار کو طبعی انداز پر لا کر ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' قلب کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ عرش عظیم سے جا ٹکرائے۔

ماہانہ اجتماع 6 اپریل 2014ء

پریشانیوں کا واحد علاج

الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ O وَالصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلٰى حَبِيْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ O اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ O بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ O

وَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَ الْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ (النحل:112)

اَللّٰهُمَّ سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ O مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ۔

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ (طٰه:25) وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ (طٰه:26) وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ (طٰه:27) يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ (طٰه:28) رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا (طٰه:114)

سورۃ النحل میں اللہ کریم نے ایک قوم کی، آبادی کی مثال ارشاد فرمائی ہے کہ اس آبادی کے لوگ امن اور اطمینان سے رہتے تھے۔ ہر طرف امن کا دور دورہ تھا، اطمینان تھا۔ يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ اور ان کی روزی اور کھانے پینے کی چیزیں اور اُن کے لیے رزق کے وسائل، فراغت کے ساتھ انہیں ہر طرف سے پہنچا تا تھا۔ وہ لوگ بڑے سکون سے رہ رہے تھے۔ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ پھر انہوں نے اللہ کی نعمتوں کی ناقدری کی۔ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَ الْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ (النحل:112) ان کے اس کردار کی وجہ سے، ناقدری کی وجہ سے ان پر قحط، بھوک اور خوف مسلط کر دیا۔

اللہ کریم نے دنیا کا نظام ترتیب دیا ہے اور مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے یہ سارا نظام ترتیب دیا جا چکا۔ نبی کریم ﷺ کے ارشادات کا مفہوم ہے کہ سب کچھ لکھ دیا گیا، سیاہی خشک ہو چکی۔ لیکن انسان کو اختیار بھی دیا۔ اسے تقدیر معلق کہتے ہیں کہ تقدیر کے کچھ فیصلے معلق ہوتے ہیں جو انسان کے کردار سے وابستہ ہوتے ہیں۔ انسان کے پاس صرف اتنا اختیار ہے کہ اُسے دو راستوں میں سے ایک راستے کا انتخاب کرنا ہے۔ وہ اللہ کی اطاعت کے راستے پر زندگی بسر کرنا چاہتا ہے یا اللہ کی اطاعت کی پروا نہیں کرتا اور اپنی خواہشات کے مطابق جینا چاہتا ہے۔ یہ فیصلہ انسان کے اختیار میں ہے۔ آگے یہ تقدیر ہے کہ وہ اطاعت کا راستہ اختیار کرے گا تو اسے یہ ملے گا، نافرمانی کا راستہ اختیار کرے گا تو اُس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ وہ انسان کے بس میں نہیں وہ اللہ کا اپنا نظام ہے۔ انسان جو طریقہ، جو راستہ اپناتا ہے اُس کے مطابق اللہ کریم نتائج مرتب فرما دیتے ہیں۔ تو فرمایا، ایک بستی تھی، ایک آبادی تھی جس کے رہنے والے بڑے خوشحال تھے اور بڑے سکون سے رہ رہے تھے۔ یعنی انہیں دو نعمتیں حاصل تھیں، رزق کی فراوانی اور امن۔ زندگی کے لیے یہی دو نعمتیں ضروری ہوتی ہیں اور ساری زندگی حکومتوں، اداروں، قوموں، افراد کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ رزق کی فراوانی ہو، روزی آسانی سے ملے اور امن قائم رہے۔ یہ دو ایسی بنیادی باتیں ہیں کہ باقی ساری کدوکاوش اور محنت ان کو حاصل کرنے کے لیے ہوتی

ہے۔ان کے حصول کا واحد طریقہ ایک ہی ہے کہ انفرادی طور پر اور من حیث القوم اپنی زندگی کو اطاعتِ الٰہی میں ڈھال لیں۔ نافرمانی پر یہ نعمتیں نہیں ملتیں۔اور بڑی عجیب بات ہے اللہ کے نظام بڑے ٹھوس بڑے مضبوط ہیں۔ اللہ کے فیصلے قطعی ہیں اُن میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اگر پوری قوم بھی گمراہی اختیار کرلے، ناشکری کا راستہ اختیار کرے اور کوئی ایک بندہ ان میں ایسا ہو جو اللہ کا شکر کرتا ہو تو اللہ کریم اسے بچا لیتے ہیں۔

یہ بھی ایک بڑا سوال ہے کہ اللہ کا شکر کیا ہے؟ اس پر بڑی بحثیں ہوئیں اور علمائے حق نے بڑے دلائل دیئے اور شکر کرنے کی صورتیں بتائیں لیکن یہ بات سادہ سی ہے۔ اللہ کے شکر کا بھی واحد راستہ ہے کہ خلوص کے ساتھ اُس کی اطاعت کی جائے۔ اللہ کریم کا شکر صرف یہ نہیں کہ بندہ زبانی شکر، شکر، الحمد للہ کہتا رہے بلکہ عملی زندگی میں اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے احکام کی اطاعت کرے تو یہ اللہ کا شکر ہے۔ نافرمانی کو یہاں ناقدری اور ناشکری کہا گیا ہے۔

فرمایا، تو آبادی بڑی خوشحال تھی اور خوشحالی کے ساتھ اُسے امن بھی نصیب تھا کوئی چوری، کوئی ڈاکہ، قتل وغارت، کچھ نہیں تھا۔ بہت پرامن زندگی تھی۔ یَاْتِیْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ ہر طرف سے ان پر رزق برستا تھا۔ یعنی جو کام بھی وہ کرتے اس میں انہیں نقصان نہ ہوتا، منافع ہوتا۔ کھیتی باڑی کرتے تو بہت کھیتیاں ہوتیں، تجارت کرتے تو بہت منافع ہوتا۔ مزدوری کرتے تو بہت کچھ ملتا۔ ملازمت کرتے تو اچھی تنخواہیں ملتیں۔ بڑے خوشحال تھے اور مثالی امن بھی تھا۔ پھر انہوں نے اللہ کی نعمتوں کی ناقدری کی یعنی پھر وہ نافرمانی پر اتر آئے۔ ناقدری کیا ہے؟ احکام الٰہی کی نافرمانی۔ جب ناقدری پر اتر آئے تو اُس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ رزق کی فراوانی بھی جاتی رہی اور بھوک مسلط ہو گئی، امن بھی جاتا رہا اور بدامنی کی وجہ سے ہر طرف خوف کے سائے پھیل گئے۔ یہ عجیب بات ہے کہ خدانخواستہ پوری قوم اس خوف اور بھوک میں مبتلا ہو جائے۔ بھوک بھی عجیب ہوتی ہے، صرف یہ نہیں کہ جن کے پاس روزی کم ہوتی ہے یا جنہیں رزق کم ملتا ہے وہ بھوکے ہوتے ہیں۔ جب اللہ کی طرف سے بھوک مسلط ہوتی ہے تو جن کے پاس رزق زیادہ ہوتا ہے ان کی بھوک اور بڑھ جاتی ہے۔ بے شمار دولت پہلے ہوتی ہے لیکن پھر بھی لوٹتے رہتے ہیں، چوری کرتے رہتے ہیں۔ دوسروں کا حق مارتے رہتے ہیں یعنی ایک آدمی کے پاس کھربوں روپے ہیں تو وہ کیوں چھوٹے چھوٹے منصوبوں میں چوری کرتا ہے، ڈنڈی مارتا ہے؟ اس لیے کہ یہ عذاب الٰہی ہے۔ اس پر وہ غیر فطری بھوک مسلط ہے کہ اس کا پیٹ نہیں بھرتا اور دولت، اور دولت، اور مزید دولت کی حرص بڑھتی جاتی ہے۔ آج ہم اپنا تجزیہ کریں، اپنا حال دیکھیں تو یہی حال ہے۔ پھر یہ بڑی عجیب بات ہے کہ قوانین فطرت اپنا کام کرتے ہیں اگر پوری قوم خدانخواستہ نافرمانی پر اتر آئے اور ایک بندہ ایسا ہو جو اللہ کی اطاعت کرتا ہو تو اللہ اس کو اُس ساری قوم میں اس بھوک اور اس خوف سے بچا لیتا ہے۔ اگر لوگ من حیث القوم توبہ کر لیں تو سب کو بچا لے۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ قدرت کے قانون اپنا کام یقینی طور پر کرتے ہیں کہ اگر خدا نخواستہ پوری قوم اس گمراہی میں مبتلا ہو گئی تو کوئی ایک بندہ ہے جو اطاعت الٰہی کرتا ہے اور تہہ دل سے چاہتا ہے کہ زندگی ایسے گزاروں جیسے رسول اللہ ﷺ نے تعلیم فرمائی ہے تو اس ایک کو اللہ اس خوف سے بھی اور اس بھوک سے بھی بچائے گا۔ اس کی زندگی میں امن اور سکون آجائے گا۔ ہم آج کے دور میں دیکھتے ہیں کہ ہم من حیث القوم پریشان ہیں۔ حکومتیں رٹ لگا رہی ہیں کہ امن قائم کریں گے۔ کیسے کرو گے بھائی؟ مذاکرات ہوں گے پھر اس کے نتیجے میں امن قائم ہوگا۔ نہیں میاں، کوئی نہیں ہوگا۔ امن تب قائم ہوگا جب آپ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت اختیار کریں گے۔ بڑی سادہ سی بات ہے میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ ہم اس طرف کیوں متوجہ نہیں؟

اکثر احباب کے خطوط اور ای میلز آتی ہیں کہ پریشان ہوں۔ پریشانی کب ہوتی ہے؟ اللہ کا ایک طے شدہ نظام ہے، پروگرام ہے۔ آپ کے پاس آج کل کمپیوٹر ہے اور کمپیوٹر تو ہر موبائل فون میں بھی ہے۔

اس میں ایک پروگرام آتا ہے جو بنانے والوں نے اس میں بنا کے رکھ دیا ہے آپ اُسے تبدیل نہیں کرسکتے وہ اس کی بناوٹ میں ہے کہ ایسا کریں گے تو موبائل بجے گا، یہ کریں گے تو فیس بک(Face book) کھلے گی، یہ کریں گے تو کوئی اور پروگرام کھل جائے گا تو یہ اُس کا طے شدہ پروگرام ہے۔ اگر آپ نے انٹرنیٹ(internet) کھولنا ہے تو آپ اسی پر(Click) کریں گے تو وہ کھلے گا کوئی اور بٹن دباتے رہیں تو انٹرنیٹ(internet) نہیں کھلے گا۔ اسی طرح ہمارا کوئی کام جب اطاعت الٰہی کے مطابق ہوتا ہے تو ایسا ہی ہے جیسے ہم انٹرنیٹ(internet) کھولنا چاہتے تھے تو ہماری انگلی اُسی بٹن پر آئی جس سے انٹرنیٹ کھلتا ہے۔ وہ کام ہوجاتا ہے، ہم سمجھتے ہیں میرا بڑا کمال ہے۔ ہمارا کمال اتنا ہی ہے کہ ہم نے یہ فیصلہ کرلیا کہ میں نے اللہ کی اطاعت کرنی ہے۔ اب سارا کمپیوٹرائز سسٹم ہے وہ پروگرام کھل گیا لیکن جب ہم اللہ کی نافرمانی کرتے ہیں تو ایسے ہی ہے جیسے ہم کھولنا انٹرنیٹ چاہتے ہیں لیکن بٹن کوئی اور دباتے ہیں۔ کام اور طرح سے کرتے ہیں، مقصد اور چیز کا حصول ہوتا ہے پھر ناکامی ہوتی ہے پھر ہم پریشان ہوجاتے ہیں۔ تو اس ساری پریشانی کا واحد علاج یہ ہے کہ اپنی سوچ وفکر کو لے کر اپنے کردار تک کو اتباع محمد رسول اللہ ﷺ کے سانچے میں ڈھال لیں۔ ساری پریشانیوں کا علاج یہی ہے۔

کہا یہ جاتا ہے اور یہ بات بہت عام ہے کہ اللہ کے نیک بندوں پر زیادہ مصیبتیں آتی ہیں۔ یہ عجیب فلسفہ ہے۔ اس کا مطلب ہے مصیبت سے بچنے کے لیے نیکی چھوڑ دینی چاہیے یعنی اس فلسفے سے تو مراد یہ ہے کہ اگر مصیبتوں سے بچنا ہے تو پھر بندہ نیکی نہ کرے۔ ایسی بات نہیں ہے۔ تنگی، فراخی، صحت بیماری، زندگی موت یہ سب کے حصے میں بٹی ہوئی ہے۔ مختلف انداز سے ہر بندے پر آتی ہے۔ اللہ کے جو نیک بندے ہوتے ہیں ان پر جو مصیبت آتی ہے وہ بظاہر مصیبت ہوتی ہے لیکن نتیجے میں انہیں سکون نصیب ہوتا ہے۔ مصیبتیں تین طرح کی ہوتی ہیں۔ عقوبات، تلافیٔ مافات، ترقیٔ درجات۔ کافر پر، اللہ کے نافرمان پر جو مصیبت آتی ہے وہ از قسم عقوبات ہوتی ہے وہ ظاہراً بھی مصیبت ہوتی ہے اور باطناً بھی، قلبی طور پر بھی اُسے مصیبت ہوتی ہے، اسے پریشان کرتی ہے۔ وہ ظاہراً بھی دُکھ میں ہوتا ہے، باطناً بھی دکھ میں ہوتا ہے۔ یہ سزا ہوتی ہے از قسم عقوبات ہوتی ہے۔ عقوبات سزاؤں کو کہتے ہیں۔ دوسری طرح کی مصیبت جو بندہ مومن پر آتی ہے، عام مسلمان پر، میرے آپ جیسے لوگوں پر آتی ہے اُسے تلافیٔ مافات کہتے ہیں۔ ایمان ہو تو جو مصیبت، پریشانی آتی ہے وہ گناہوں کو دھو دیتی ہے۔ ایک حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ بندہ مومن کے پاؤں میں کانٹا بھی چبھ جائے تو اس کی کئی خطائیں معاف ہوجاتی ہیں۔ نورِ ایمان نصیب ہو تو جو مصیبتیں آتی ہیں یہ تلافیٔ مافات ہوتی ہیں، گناہ، خطائیں معاف کرنے کا سبب بن جاتی ہیں یعنی جو روح پر، قلب پر میل ہوتا ہے اُسے اُتارنے کا سبب بن جاتی ہیں۔ اللہ کے مقرب بندوں پر جو مصیبتیں آتی ہیں وہ ترقیٔ درجات کا سبب ہوتی ہیں۔ اُن سے ان کے قربِ الٰہی کے منازل بڑھتے ہیں اور یہ آخر الذکر دو ہیں تلافیٔ مافات اور ترقیٔ درجات۔ یہ بظاہر مصیبتیں ہوتی ہیں لیکن بندے کے اندر، باطن میں اللہ کا کرم چھپا ہوتا ہے بندہ خود کو مصیبت میں نہیں پاتا بلکہ لذت میں پاتا ہے، سکون پاتا ہے۔ حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ عرصۂ محشر میں شہید سے پوچھا جائے گا کہ اپنی خواہش بتاؤ تم میری راہ میں شہید ہوئے تو تم کیا چاہتے ہو؟ وہ عرض کرے گا، بارِ الٰہا! مجھے پھر دنیا میں بھیج، پھر وہاں حق وباطل کا معرکہ ہو اور میں تیری راہ میں جان لٹاؤں اور پھر سے شہادت کا مزہ چکھوں۔ یعنی بظاہر تو ہم سمجھتے کہ وہ قتل ہو رہا ہے لیکن اُس کو قتل ہونے میں اتنی لذت آ رہی ہے کہ وہ پھر حشر میں مطالبہ کر رہا ہے کہ اگر پھر وہی کچھ میرے ساتھ ہو تو کتنی مزے کی بات ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ بعض مقاماتِ قرب ایسے ہیں جس کے لیے اُن مقامات سے گزرنا پڑتا ہے۔ جیسے شہید ہونے کے لیے قتل ہونا پڑتا ہے۔ شہید، قربِ الٰہی کا ایک بہت اعلیٰ مقام ہے لیکن اس کے لیے جان دینی پڑتی ہے، گلا کٹوانا پڑتا ہے، سینہ چھلنی کروانا پڑتا ہے تو وہ ترقیٔ درجات ہوتی ہیں۔ اہل اللہ

پر جو مصیبتیں آتی ہیں وہ بظاہر مصیبتیں ہوتی ہیں لیکن درحقیقت اُنہیں اُس میں لذت آرہی ہوتی ہے اور اُن کے درجات بلند ہو رہے ہوتے ہیں۔

تو مصیبت کے آنے کا سبب اللہ کریم کی نافرمانی ہے۔ جب ہم شکر چھوڑ دیتے ہیں، ناقدری کرتے ہیں تو مصیبت آتی ہے۔ اور میں نے عرض کیا کہ شکر، اطاعت کا نام ہے۔ جتنے خلوص سے اطاعت الٰہی کی جائے گی اتنا ہی اس کا شکر شمار ہوگا۔ انسانی فطرت بھی عجیب ہے میرے پاس خطوط آتے ہیں، ای میلز (Emails) آتی ہیں کہ جی، میں بڑا پریشان ہوں مجھ پر بڑی مصیبت آگئی۔ کسی کو کوئی بیماری آگئی، کسی کی ملازمت میں کوئی مسئلہ ہوگیا، کوئی تبادلہ ہوگیا اب اس بات سے بھی پریشان ہیں کہ جی میرا پنڈی سے کراچی تبادلہ ہوگیا۔ بھئی ملازموں کے تبادلے نہیں ہوں گے تو کیا جو ملازمت نہیں کرتے ان کے ہوں گے۔ اس میں پریشانی کی کیا بات ہے! جو بندہ ملازمت کرتا ہے تبادلہ اُسی کا ہوگا۔ جو جس محکمہ، شعبہ میں ملازمت کرتا ہے اُسی جگہ جائے گا۔ کوئی واپڈا میں ہوگا تو اُسے فوجی چھاؤنی میں تو نہیں بھیجیں گے، اپنے ہی کسی شعبے میں بھیجیں گے۔ پولیس کا ہے تو تبدیل ہو کر پولیس میں ہی جائے گا، فوج کا ہے تو فوجی چھاؤنی میں ہی جائے گا۔ تو یہ تو ایک فطری عمل ہے بھائی! ملازمت کرتے ہیں تو تبادلے تو ہوں گے لیکن اس پہ بھی پریشان ہیں۔ اور ہوتا یہ ہے جو میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ خط یا میل (Mail) یہ ہوتی ہے کہ مجھ پر بڑی مصیبت آگئی کہ مجھ سے میری نمازیں بھی کم ہوگئی ہیں، چھوٹ گئی ہیں، میرا ذکر بھی چھوٹ گیا ہے۔ یہ تو ایسے ہی ہے کہ کوئی مریض کہے کہ بیماری آگئی ہے اس لیے میں نے دوا چھوڑ دی ہے۔ بھئی بیماری اور صحت تو اپنے وقت پر آتی ہے آگئی، آپ نے دوا کیوں چھوڑ دی! اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ (البقرہ:153) کوئی ایسی بات ہو جائے جو تمہیں ناپسند ہو، تو اُسے برداشت کرو۔ یہ دیکھو، یہ اللہ کا نظام ہے۔ ایک انسانی وجود کو اس نے دس کھرب سیل (Cells) سے جوڑ کر بنایا ہے، ہر ہر سیل کو ہر وقت اس کی قدرت کا ملہ دیکھ رہی ہے۔ اب ہم اسے سمجھ ہی نہیں سکتے، کہیں کوئی گڑبڑ ہے یا خرابی ہے تو اُس کے دست قدرت میں ہے، اُس نے خود کی ہے۔ یہ اتفاقاً نہیں ہوگئی وہ جب چاہے گا ٹھیک کر دے گا۔ اس کا علاج یہ ہے کہ ہم اس کو مزید پکاریں، مزید خلوص سے اس کا نام لیں، مزید خلوص سے دعا کریں کہ یا اللہ، بیماری بھی تیری نعمت ہے لیکن میں کمزور ہوں برداشت نہیں کر سکتا، مجھے اس کے بدلے صحت کی نعمت عطا فرما۔ یہ کیا طریقہ ہے کہ پریشانی آئی تو ذکر ہی چھوٹ گیا، نمازیں چھوٹ گئیں۔ یہ تو عجیب بات ہے یعنی بیماری آئی تو آپ نے علاج چھوڑ دیا۔ یہ کیا طریقہ ہے؟

دکھ اور پریشانی صرف یہ ہوتی ہے کہ ہم ایک فیصلہ کر لیتے ہیں کہ مجھے یہ کرنا ہے۔ قدرت کا فیصلہ اُس سے مطابقت نہیں رکھتا، ہوتا ویسا ہے جیسا قدرت کا فیصلہ ہے تو ہم پریشان ہو جاتے ہیں کہ میں تو یہ چاہتا تھا تو یہ نہیں ہوا۔ اتفاقاً کبھی ہماری انگلی کمپیوٹر کے اس بٹن پر لگ جاتی ہے جو ہم چاہتے تھے، وہ کھل جاتا ہے تو وہ تو منجانب اللہ اس کا پروگرام تھا، اس میں ہم خوش ہو جاتے ہیں کہ میں بڑا عقل مند ہوں دانش مند ہوں، میں بڑا پارسا ہوں، میں نے یہ دعا مانگی تو یہ کام ہوگیا۔ بھئی کام تو ہونا تھا اللہ کی طرف سے، تمہیں اللہ نے توفیق دی تم صحیح قدم اٹھا بیٹھے۔ تو پریشانیوں کا، بھوک کا اور خوف کا ہم پر سایہ اس طرح ہے جیسے گھرے بادل آجاتے ہیں۔ وطن عزیز میں کوئی عبادت خانہ تک محفوظ نہیں۔ کوئی شریف، غیر شریف کی تمیز نہیں، کوئی نیک و بد کی تمیز نہیں قتل عام جاری ہے اور بھوک ہر شخص پر مسلط ہے۔ حیرت ہوتی ہے یعنی آپ کسی سرکاری چھوٹے سے چھوٹے عملے، میٹر ریڈر، چوکیدار سے لے کر ملک کے صدر تک چلے جائیں، ہر کوئی بھوکا ہے۔ عجیب بات ہے ہر کوئی دولت سمیٹنے کے چکر میں ہے۔ جس کے پاس جتنی زیادہ دولت ہے اس کی بھوک اتنی زیادہ ہے۔ جتنا کوئی بڑا سیٹھ ہے اتنی وہ ذخیرہ اندوزی اور چور بازاری کر رہا ہے۔ اس کی بھوک اتنی بڑھی ہوئی ہے۔ جب اربوں کھربوں روپے ان کے پاس ہیں پھر بھوک کس بات کی؟ یہ بھوک دولت پاس ہونے نہ ہونے کی نہیں ہے یہ بھوک بطور عذاب اللہ کی طرف سے مسلط

ہے اور یہ دولت کے ہونے نہ ہونے سے تو نہیں مٹے گی۔

ان ساری پریشانیوں کا علاج توبہ اور صرف توبہ ہے۔ اور توبہ میں بھی ہمیں بڑی غلطی لگتی ہے ہم سمجھتے ہیں کہ زبانی کہہ دیا جائے کہ یااللہ میری توبہ، تو میرا کام ہو گیا۔ نہیں، زبان سے کوئی نہ بھی کہے اپنے کردار کی اصلاح کرے تو یہ توبہ ہے۔ جو کام ہم سے غلط ہوتے ہیں خلاف شریعت ہوتے ہیں وہ ہم چھوڑ دیں اور اپنے آپ کو شریعت کے سانچے میں ڈھال لیں تو یہ توبہ ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ حکمران بدکار ہیں، حکمران بُرے ہیں، یہ اسلامی طرز حیات کی طرف نہیں آتے اور ہماری ایسی بدنصیبی ہے کہ اسی برصغیر میں مسلمانوں کے دورِ اقتدار میں فیصلے شریعت کے مطابق ہوتے تھے، قوم کے بھی اور افراد کے بھی۔ تعلیمی ادارے ایک غریب آدمی کے بچے سے لے کر ایک امیر آدمی تک برابر تھے۔ تمام تعلیمی ادارے کھانا، کپڑا تک بچوں کو دیتے تھے۔ اور وہیں سے پڑھ کر وہ ذاکر بھی بنتے تھے، وہیں سے پڑھ کر وہ جرنیل بھی بنتے تھے، وہیں سے پڑھ کر سول افسر بھی بنتے تھے۔ سارا نظامِ سلطنت ایک سا تھا۔ جب انگریز آیا اس نے مسلمانوں کے نظام کی بساط لپیٹ دی اور ایک اپنا نظام متعارف کروایا۔ صرف نظامِ تعلیم نہیں اس نے سارا نظامِ زندگی نئے سرے سے ترتیب دیا۔ اس میں عدالتی نظام بھی تھا، سیاسی نظام بھی تھا، فوجی نظام بھی تھا۔ پھر اللہ کریم نے آزادی بخشی۔ آزادی چھین کر لی جاتی ہے یہ اصول ہے آزادی خیرات میں نہیں ملتی، مانگے سے نہیں ملتی۔ اگر مانگے سے مل جائے تو وہ آزادی نہیں ہوتی دکھاوے کی ہوتی ہے، حقیقت نہیں ہوتی۔ حقیقی آزادی تو چھیننا پڑتی ہے۔ کاش، ہم انگریزوں سے لڑے ہوتے، ہم نے جہاد کیا ہوتا، ہم نے انگریزوں کو اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا ہوتا۔ پھر ہم اپنا نظام بناتے، ہم آزاد ہوتے۔ امریکہ پر بھی انگریزوں کا قبضہ تھا۔ وہ مسلمان نہیں تھے۔ انگریزوں کا بھی عقیدہ وہی تھا امریکن کا بھی وہی تھا، اکثریت امریکہ میں بھی عیسائیوں کی تھی یا یہودی تھے۔ برطانیہ میں بھی اکثریت عیسائیوں کی ہے۔ لیکن انہوں نے اُن سے آزادی لی، ان سے لڑے، لڑائیاں ہوئیں، آج بھی انہوں نے یادگار کے طور پر بڑے بڑے قبرستان بنائے ہوئے ہیں۔ جو لوگ لڑائیوں میں مارے گئے آج بھی ان کی قبروں پر پھول چڑھاتے ہیں۔ جہاں جہاں جنگیں ہوئیں وہاں وہاں انہوں نے یادگاریں بنائی ہوئی ہیں۔ اُن کی ویڈیو فلمیں بھی ملتی ہیں۔ انہوں نے انہیں اٹھا کر امریکہ سے باہر پھینکا۔ انہوں نے ہر کام ان کے الٹ کر دیا۔ یعنی آپ یہ سوچیں کہ انگریزی مشترکہ زبان ہے۔ برطانیہ کی بھی وہی ہے امریکہ کی بھی وہی ہے لیکن انہوں نے سپیلنگ (Spelling) تک بدل دیے یہ (cool) لکھتے ہیں وہ (Kool) لکھتے ہیں۔ بہت سے الفاظ میں حروف حذف کر دیئے۔ امریکہ کی انگریزی برطانیہ سے مختلف ہے۔ امریکہ کا ٹریفک کا نظام برطانیہ سے مختلف ہے۔ امریکہ کا عدالتی نظام بھی اس سے مختلف ہے، سیاسی نظام بھی اس سے مختلف ہے، لباس تک مختلف ہے۔ حتیٰ کہ یہ بجلی کے بٹن ہم بھی نیچے دباتے ہیں تو بتی جل جاتی ہے یہی برطانیہ کا نظام تھا، امریکہ میں بھی یہی تھا لیکن انہوں نے اب اسے الٹ دیا۔ امریکہ میں بتی جلانی ہے تو بٹن اوپر دبانا ہو گا۔ بوٹ کے تسمے سیدھے باندھے جاتے ہیں۔ امریکیوں نے الٹ دیئے وہ ٹیڑھے کر کے، کراس کر کے باندھتے ہیں۔ یعنی اتنی ان کی مخالفت کی کہ ہر چیز ان کے مخالف کر دی۔ یہ بھی پتلون پہنتے تھے، وہ بھی۔ وہ تنگ پہنتے تھے، انہوں نے شلوار کی طرح کھلی کر دی۔ یعنی ہر ہر بات میں اُنہیں نے ان کی مخالفت کی۔ آپ جاپان جائیں، جرمنی جائیں وہ ان (انگریزوں) سے لڑے، جیتے یا ہارے وہ الگ بات ہے۔ ایک جاپانی خوب انگریزی جانتا ہے آپ بات کریں وہ انگریزی میں جواب نہیں دے گا۔ بات کا جواب جاپانی میں دے گا، انگریزی میں نہیں دے گا۔ سارا دفتری کام انگریزی میں کرتے ہیں بات انگریزی میں نہیں کرتے۔ جرمنی میں آپ کسی سے بات کریں، آپ کو جرمنی آتی ہے تو ٹھیک ہے ورنہ اشاروں میں کام ہو گا، انگریزی میں جواب نہیں دے گا۔ انگریزی اُسے آتی ہو گی، نہیں بولے گا۔ جو لوگ لڑ کر آزادی لیتے ہیں پھر وہ اُس کی قیمت سمجھتے ہیں،

اس کی قدر کرتے ہیں۔ یہ تو ہٹلر نے طوفان اٹھایا، اللہ کی مخلوق کی تباہی کا سبب بنا، دوسری عالمگیر جنگ ہوئی۔ انگریزوں کو اتنی مار پڑی کہ وہ نو آبادیات پر مسلط رہنے کے قابل ہی نہ رہ سکے اور یوں جن ملکوں پر قبضہ کیا ہوا تھا وہاں سے انہیں اپنا بوریا بستر سمیٹنا پڑا۔ لیکن سمجھوتوں سے آزادی دی کہ بھائی تم جسمانی طور پر، ظاہری طور پر تو آزاد ہو جاؤ لیکن تمہارے دل، تمہارے ذہن ہمارے غلام ہی رہیں گے۔ آج بھی ہم پورے طرزِ زندگی میں انگریزوں کی طرح رہنا پسند کرتے ہیں۔ آپ داڑھی اور ٹوپی کے ساتھ جائیں آپ کو بس میں سیٹ (Seat) کوئی نہیں دے گا۔ گلے میں ٹائی باندھ لیں، پتلون پہن لیں تو جو بیٹھے ہوتے ہیں وہ بھی اٹھ جاتے ہیں کہ جی آپ تشریف رکھیں۔ بندہ تو وہی ہے نا! انگریز کی غلامی ہمارے ذہنوں سے، دلوں سے نکلی نہیں ہے۔ سیاست سے لے کر عدالت تک نظام تعلیم تک سارا نظام وہی ہے جو انگریز نے بنایا ہے، ہم اُس سے نکل ہی نہیں پا رہے۔ نکل سکتے ہی نہیں، معاشی نظام بھی وہی ہے، سودی نظام، سودی بینکاری، سارا وہی کافرانہ نظام ہے اور پون صدی ہوگئی ہم انگریز سے زیادہ انگریز بننے کی فکر میں ہیں۔ برطانیہ میں، یورپ میں آپ کوئی لفظ انگریزی کا غلط بھی بول جائیں وہ برداشت کر جاتے ہیں۔ پاکستان میں کسی درخواست میں کوئی غلطی سے A, E کوئی حرف غلط لکھ دیں تو اُس پر سرخ لکیریں اور جگہ جگہ اعتراض لگے ہوئے ہوں گے، طوفان آجائے گا کہ جی انگریزی میں یہ ہوگا۔ انگریزی کون سی پیغمبرانہ زبان ہے۔ مقصد ایک مفہوم بتانا ہے ایک بات بتانی ہے اس میں سپیلنگ (Spelling) غلط ہو گئے تو، صحیح ہو گئے تو کیا؟ میں نہیں پروا کرتا تو مجھے لوگ کہتے ہیں آپ کا وہ (Spelling) غلط تھا، وہ غلط تھا میں سمجھتا ہوں کہ مخاطب کو بات سمجھ آ گئی بس ٹھیک ہے اور مجھے (Spelling) آتے کوئی نہیں، خود ہی جوڑ کر بنا لیتا ہوں۔ اس طرح سے یہ لفظ بن جائے گا بس ٹھیک ہے۔ یہ وحی الٰہی تو نہیں ہے کہ اُس میں تبدیلی نہیں کرنی۔ تو غلامی سے ہم کیوں نکل نہیں پائے۔ مصیبت یہ ہے کہ ہماری اکثریت خود کو قرآن وسنت سے بیگانہ رکھتی ہے۔ خود کو سیرت نبوی ﷺ سے بیگانہ رکھتی ہے۔ یہ بڑا عجیب نسخہ ہے اگر بندہ آپ ﷺ کی حیات طیبہ اور سیرت طیبہ کا مطالعہ کرتا رہے تو ایک عجیب محبت پیدا ہو جاتی ہے رسول اللہ ﷺ سے جو عشق سے گزر کر جنون تک چلی جاتی ہے۔

اگلے دن ایک ساتھی کا خط تھا اس میں سوال یہی تھا کہ میں رسول اللہ ﷺ سے محبت حاصل کرنا چاہتا ہوں تو اس کو میری بات پہنچ جائے۔ رات کو اس وقت تو کام ہوتا ہے میں جواب نہیں دے سکا۔ حضور اکرم ﷺ سے محبت کا ایک بڑا آسان نسخہ ہے کہ آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کریں۔ جتنا جتنا پڑھتے جائیں گے محبت من جانب اللہ دل میں اترتی چلی جائے گی۔ جب محبت حضور ﷺ سے ہوگی تو اتباع بھی حضور ﷺ کا کرنے کو جی چاہے گا۔ تو ہماری پریشانیوں کا حل مذاکرات میں نہیں ہے۔ ہماری پریشانیوں کا حل یہ ہے کہ بطور ریاست ہم اپنی ریاست کو اسلام کے سائے میں لے آئیں۔

ہر وقت آئین، آئین، آئین، دستور، دستور، دستور کی رٹ لگائی جاتی ہے۔ یہ آئین و دستور کیا ہے؟ یہ تابع ہے قرآن وسنت کے۔ جس معاشرے میں رہتے ہیں اس معاشرے کے کچھ آداب، کچھ حدود و قیود، کچھ پابندیاں، آزادیاں کچھ طریقہ کار ہوتا ہے، اُسی کو آئین و دستور کہتے ہیں۔ وہ جو آپس میں مل کر رہنے کا طریقہ سلیقہ بنایا جاتا ہے وہ قرآن وسنت سے بالا نہیں ہوتا، اُسے قرآن سنت کے تابع ہونا چاہیے اور دستور کا حصہ ہے، اس میں لکھا ہوا ہے جو قانون پہلے سے بنے ہوئے ہیں اور وہ خلاف شریعت ہیں ان کو بدل کر شریعت کے سانچے میں ڈھالا جائے گا اور خود کوئی نیا قانون خلاف شریعت نہیں بنایا جائے گا۔ اب پرویز مشرف پر تو مقدمہ چل رہا ہے کہ اس نے قانون کی پاسداری نہیں کی لیکن یہ ستر سال سے، پون صدی سے پوری حکومتیں اس قانون کی پاسداری نہیں کر رہیں اور اسے قرآن وسنت کے مطابق نہیں بناتیں کیا اُن پر یہ مقدمہ نہیں چلنا چاہیے۔ کیا وہ آئین کو پامال نہیں کر رہے؟ ہم حکومتوں پر الزام تو دھرتے ہیں۔ جیسے حکومت کے ایک

رکن نے بوتلوں کی بوری اٹھائی ہوئی تھی کہ ایم۔این۔اے (M-N-A) ہاسٹل میں بدکاری ہوتی ہے، شراب نوشی ہوتی ہے، وہ بوریاں اٹھائے پھرتا تھا۔ تو یہ جو بدکار ہیں یا شراب نوش ہیں یا عیاش ہیں یہ اسمبلی کیسے داخل ہوجاتے ہیں۔ میں اور آپ ووٹ دیتے ہیں ناں! تو پھر ہم برابر کے حصہ دار ہیں اللہ کی نافرمانی میں اور کفر کے قوانین کے بننے میں۔ اور خلاف اسلام جو قانون ہوگا وہ کفر کا ہی ہوگا۔ اسلام یا کفر دو ہی تو طاقتیں ہیں۔ تو اس کافرانہ نظام کو چلانے میں ہم بھی اپنا حصہ ڈالتے ہیں۔ ایک ایک اینٹ لگاتے ہیں تو دیوار بنتی ہے، قلعہ بنتا ہے تو کبھی ہم نے ووٹ دیتے وقت سوچا کہ اس بندے کا کردار کیسا ہے، اس کا عقیدہ کیا ہے، اس کا عمل کیا ہے؟ تو جب ہم بھی ہرایرے غیرے کو ووٹ دیں گے تو وہ جو پہلے سے بگڑا ہوگا اس کو اقتدار مل جائے گا اور مزید بگاڑ آجائے گا۔ تو میرے بھائی پریشانیوں کا حل ہے اللہ اور اللہ کے رسول اللہ ﷺ کا اتباع۔ اتباع کے لیے محبت شرط ہے۔ محبت کے لیے آپ قرآن کریم کو سمجھ کر پڑھیں، اللہ سے محبت ہوجائے گی۔ سمجھ کر پڑھیں تو عظمت رسالت سمجھ آتی ہے، رسول اللہ ﷺ سے بھی محبت ہوجاتی ہے۔ اور آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کرتے رہیں تو بندہ عشق میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ لیکن ہم ایسے لوگ ہیں کہ دنیا بھر کے ناول پڑھ لیں گے، سیرت طیبہ پڑھنے کے لیے فرصت نہیں ہے۔ سارا دن ٹیلی ویژن پر خرافات دیکھے رہیں گے، بھانڈ اور میراثی اور بندر ناچتے رہیں گے اور کوئی کسی کو یہ احساس نہیں ہوگا کہ یہ کتنا قیمتی وقت ہے جو بھونڈے اور بے تکے مذاق کی نذر ہورہا ہے اور پوری قوم اسے دیکھنے میں لگی ہوتی ہے اور واہ واہ کررہی ہے۔ اور اب تو حد ہوگئی ہے کہ دین کے نام پر بھی بعض لوگ علماء کا روپ دھار آگئے جو بندروں کی طرح ناچتے ہیں اور ٹیلی ویژن کو بھی مصیبت میں ڈال رکھا ہے اور قوم کو بھی پتا نہیں کہاں لے جانا چاہتے ہیں۔

تو قدرت کے قانون تبدیل نہیں کیے جاسکتے۔ کس آبادی کی مثال اللہ کریم نے دی، لیکن یاد رکھیں! قرآن تاریخ کو بیان نہیں کرنا چاہتا، قرآن تو عبرت کے طور پر ان لوگوں کی باتیں سناتا ہے۔ درس دینا چاہتا ہے، سمجھانا چاہتا ہے کہ تم ایسا نہ کرنا۔ فرمایا، ایک آبادی تھی، ایک شہر تھا، ایک گاؤں تھا اس میں کچھ لوگ رہتے تھے ایک قوم تھی وَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً ایک آبادی کی مثال اللہ کریم دیتے ہیں وہ ایسی آبادی تھی، ایسا علاقہ تھا وہاں ایسے لوگ آباد تھے۔ كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً ہر طرح سے امن اور سکون تھا لوگ بڑے اطمینان سے رہ رہے تھے۔ يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ ہر طرح سے اُن پر روزی کی، دولت کی بارش ہوتی تھی فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ انہوں نے اللہ کے انعامات کی ناقدری کی یعنی اللہ کی نافرمانی شروع کردی۔ قدر شناسی یہ تھی کہ اللہ کی اطاعت کرتے۔ اللہ کا شکر یہ تھا کہ اللہ جل شانہ کی اطاعت کرتے لیکن وہ نافرمانی پر اتر آئے گویا انہوں نے ناشکری کی۔ ناشکری کی سزا کیا دی گئی؟ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ اللہ نے انہیں بھوک کا لباس پہنا دیا۔ ایک بھوک ہوتی ہے پیٹ میں، پیٹ خالی ہوگیا آپ نے کھانا کھایا، پیٹ بھر گیا، بھوک مٹ گئی۔ اب اللہ نے انہیں لباس ہی بھوک کا پہنا دیا وہ کیسے مٹے۔ جب تک وہ لباس اترے گا نہیں، کیسے مٹے گی۔ معاشرے میں دیکھا جاسکتا ہے کہ بڑے بڑے سیٹھ، پیسہ پیسہ، آنہ آنہ چوری کرنے پر لگے ہوئے ہیں۔ یہاں کا ہمارا تو یہ حال ہے کہ ایک آفیسر جو اندر بیٹھا ہے پانچ لاکھ، چھ لاکھ تنخواہ لے رہا ہے وہ باہر پانچ سو تنخواہ لینے والے مالی کی تنخواہ مار لیتا ہے۔ یعنی حرص اتنی ہے کہ پانچ لاکھ سے گزارہ نہیں ہورہا اور اس غریب کو جو پانچ سو ملے ہیں انہیں ہڑپ کرنے پر تُلا ہوا ہے۔ یہ ہمارا قومی کردار ہے اور قومی المیہ ہے تو یہ کیوں ہے؟ کتنے لوگ ایسے ہیں جن کے پاس کھربوں کی دولت ہے۔ کتنے پاکستان میں ایسے لوگ ہیں جنہیں پتا ہی نہیں کہ اُن کے پاس دولت کتنی ہے۔ وہ بھی لوٹ مار پر لگے ہوئے ہیں اس لیے کہ انہوں نے بھوک کا لباس پہنا ہوا ہے۔ وہ لباس اترے تو بھوک مٹے فرمایا، فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ اللہ نے انہیں بھوک کا لباس پہنا دیا ہے۔ وَ الْخَوْفِ اور خوف کا، ہر وقت خوف

میں ہیں کہ مارے جائیں گے۔ ہزاروں لوگ پہروں پہ لگے ہوئے ہیں، بندوقیں لے کر دروازوں پر کھڑے ہوئے ہیں اندرانہیں نیند نہیں آرہی کہ دھماکہ ہوگا، مرجائیں گے۔ یار کمال ہے۔ اب یہ خوف اللہ نے مسلط کر دیا ہے۔ جانا ہے تو تین سڑکیں بند کر دیں گے، جی یہاں سے پرائم منسٹر، چیف منسٹر، گورنر صاحب نے گزرنا ہے۔ پھر پتا نہیں وہ تین میں سے کس سڑک پر جائیں گے۔ ایک بندے کے جانے کے لیے پچھتر گاڑیاں ہوں گی، پتہ نہیں کس گاڑی میں بیٹھے ہوں گے اور پھر مارے جاتے ہیں پھر پتہ چلتا ہے کہ مر گئے۔ کمال ہے!

ان مصیبتوں سے جان چھڑانے کا طریقہ یہ ہے کہ رجوع الی اللہ کریں۔ اپنی زندگی کے طریقے شریعت کے تابع کریں، اپنے آئین و دستور شریعت کے مطابق بنائیں۔ اپنے نظامِ مملکت کو شریعت کے مطابق کریں۔ اپنے اداروں میں شریعت کے مطابق تعلیم دیں، تربیت کریں۔ کیا جو لوگ پہلے تھے ان میں اچھے جرنیل، اچھے ڈاکٹر، اچھے انجینئر نہیں تھے۔ جو یہاں برصغیر میں دیکھو، جو عمارتیں یہاں مغل عہد میں بنیں وہ آج بن سکتی ہیں؟ ان میں کس طرح کے مسالے لگے ہیں، آپ چھوٹی سی بات دیکھ لیں کہ لاہور میں کتنی پرانی یادگاریں ہیں ان پر جو لکھا گیا وہ کم از کم پانچ سو، چھ سو سال پہلے لکھا گیا۔ آج تک سیاہی میلی نہیں ہوئی۔ بارشیں، دھوپ ہر چیز گزر رہی ہے جو نقش ونگار بنایا گیا اس کے رنگ میلے نہیں ہوئے۔ ٹوٹ گیا، کسی نے اکھیڑ دیا وہ الگ بات ہے۔ وہ اس قدر عقلمند لوگ تھے کہ انہوں نے اس طرح ملا کر وہ رنگ، وہ سیاہی بنائی تھی کہ وہ میلی ہی نہیں ہوئی۔ اس کا رنگ ہی نہیں اُڑتا۔ دیواروں میں جو مسالا لگایا گیا چھینی اور ہتھوڑوں سے ایک دیوار نہیں ٹوٹتی اور صدیاں ہوگئیں ہیں ان کو بنے ہوئے۔ کس طرح پتھر کاٹ کر جالیاں بنی ہوئی ہیں۔ تو کیا وہ لوگ انجینئر نہیں تھے! تو میرے بھائی، سادہ سا نسخہ قرآن کریم نے بتایا ہے کہ اس کی وجہ نافرمانی ہے۔ اگر نافرمانی چھوڑ دو گے تو وہی خوشحالی، وہی امن لوٹ آئے گا۔ اب ہماری یہ بدنصیبی ہے کہ ہم اس طرف نہیں آتے۔ دوسرے حربے استعمال کرتے ہیں اور دوسرے حربے بھی صحیح نہیں ہیں۔ اب جو طریقہ تحریک طالبان نے اپنایا کہ اسلام نافذ ہوگا اُس کے لیے مسلمانوں کا قتل عام کرو یہ کون سا طریقہ ہے؟ بم دھماکوں سے مسلمانوں کو مارتے جاؤ، مساجد کو بم دھماکوں سے تباہ کرتے جاؤ، مدارس کو اجاڑتے جاؤ، لوگوں کو قتل کرتے جاؤ اس طرح اسلام نافذ ہو جائے گا؟ تو کسی طرف خیر کی خبر نہیں ہے کیونکہ سارے لوگ اپنی مرضی کے فیصلے کر رہے ہیں اور کسی کا فیصلہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے فیصلوں کے تابع نہیں ہے۔ اب تو اپنا خوف مسلط ہے کہ کوئی یہ باتیں بھی نہیں کرتا۔ یہ بھی نہیں بتانا چاہتا۔ سو پریشانیاں ذاتی ہوں خاندانی ہوں قومی اور ملکی ہوں۔ بنیادی ضرورتیں انسان کی دو ہیں۔ ایک روزی ایک امن، اور دونوں کا حاصل کرنے کا راستہ اللہ کی اطاعت ہے، نبی کریم ﷺ کا اتباع ہے اور اللہ کریم کے عجیب نظام ہیں اگر ساری قوم بھٹک گئی ہو تو ایک بندہ اس پر کاربند رہے گا تو اُس ایک بندے کو اس پورے طوفان میں پرُامن بھی رکھیں گے خوشحال بھی رکھیں گے۔ تو اپنی ذاتی زندگی میں تو کم از کم امن لائیے، خوش حالی لائیے۔ فکروں سے آزاد ہو جائیے اور اس کا طریقہ ہے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کا اتباع۔ اپنے کردار کو، اپنے عقیدے کو، اپنے نظریے کو اور اپنے عقیدے اور نظریے سے لے کر عمل تک کو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کے سانچے میں ڈھال لیجئے۔ ہر طرف امن ہی امن ہوگا، زندگی میں بھی، موت میں بھی قبر میں بھی، برزخ میں بھی میدان حشر میں بھی اور آخرت کی زندگی میں بھی۔ یہ دائمی امن نصیب ہو جائے گا۔ اللہ کریم تمام مسلمانوں کو اور خاص طور پر تمام احباب کو نصیب فرمائے (آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ O

مسائل السلوک من کلام ملک الملوک

سورہ الرعد

حضرت شیخ امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی کا بیان

باوجود اتحاد مربی کے ثمرات مختلفہ کا ترتب:

قولہ تعالیٰ: وَفِي الْأَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجَاوِرَاتٌ وَجَنَّاتٌ مِّنْ أَعْنَابٍ وَزَرْعٌ وَنَخِيلٌ صِنْوَانٌ وَغَيْرُ صِنْوَانٍ يُسْقَىٰ بِمَاءٍ وَاحِدٍ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلَىٰ بَعْضٍ فِي الْأُكُلِ ۚ الرعد:4

ترجمہ: اور زمین میں پاس پاس مختلف قطع ہیں الی قولہ سب کو ایک ہی طرح کا پانی دیا جاتا ہے اور ہم ایک کو دوسرے پر پھلوں میں فوقیت دیتے ہیں۔

''اس سے معلوم ہوا کہ اگر فاعل واحد بھی ہو تب بھی قوابل کے اختلاف فی الاستعداد سے ثمرات مختلف پیدا ہوتے ہیں۔ ایسا ہی حال ہے قلوب مختلفۃ الاستعداد کا کہ باوجود مربی کے واحد ہونے کے ان میں حالات مختلفہ پیدا ہوتے ہیں اور یہ نہ مربی کے اختیار میں ہے نہ اس کے بخل کی دلیل ہے۔''

ارشاد باری کا مفہوم یہ ہے کہ زمین کے ٹکڑے یعنی قریب قریب کھیت ہوتے ہیں، ایک جیسی زمین ہوتی ہے، ایک جگہ پر ہوتے ہیں، ایک جیسا پانی برستا ہے لیکن ان میں جو پھل ہوتے ہیں یا جو فصل ہوتی ہے وہ اپنی تعداد یا مقدار کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے اور ذائقے کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے، بعض جگہ فصلیں مختلف ہوتی ہیں، ایک جگہ ایک طرح کی دوسری جگہ دوسری طرح کی تو فرماتے ہیں اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قلوب میں اپنی اپنی استعداد ہوتی ہے۔ شیخ ایک ہی ہو اور ایک وقت میں توجہ دے تو ہر ایک کو اپنی استعداد کے مطابق فائدہ ہوتا ہے اور اس میں فرماتے ہیں شیخ کو اختیار نہیں اور نہ یہ اس کے بخل کی دلیل ہے کہ کسی کو زیادہ کیفیات مل گئیں کسی کو کم ملیں یہ ہر ایک کے اپنے قلب کی استعداد پر منحصر ہوتا ہے کہ وہ کتنے خلوص سے مجاہدہ کرتا ہے کتنا مجاہدہ کرتا ہے اور اس کے قلب میں قبولیت کی کتنی استعداد پیدا ہوتی ہے۔

تغیر اعمال سے تغیر احوال

قولہ تعالیٰ: إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ ۗ الرعد:11

ترجمہ: واقعی اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت میں تغیر نہیں کرتا جب تک وہ لوگ خود اپنی حالت کو نہیں بدل دیتے۔

''روح البیان میں نصیر آبادی سے منقول ہے کہ یہ حکم عوام و خواص سب کو عام ہے اور خواص کے لیے زیادہ کاوش ہوتی ہے۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ جب تک قومیں اپنے آپ کو تبدیل نہیں کرتیں اللہ ان میں کوئی تبدیلی نہیں لاتے۔ ان کے اپنے کردار پر تبدیلیاں آتی ہیں۔ اگر ان کے کردار میں مثبت تبدیلی آتی ہے تو حالات میں بھی مثبت تبدیلیاں آتی ہیں، اگر ان کے حالات میں خرابی ہو، کردار میں خرابی آ جائے تو احوال میں مثبت تبدیلی نہیں آتی۔ فرماتے ہیں یہ بات تصوف و سلوک سب خاص و عام کے لیے ہے۔ ہر ایک کا حال مختلف ہے۔ اب جیسا اس کا اپنا حال ہوگا،

جتنا خلوص، جتنی محنت ہوگی اس طرح کی تبدیلی آئے گی کوئی دوسرا اس میں دخل انداز نہیں ہوسکتا۔

استغاثہ بالا ولیاء کی شناعت:

قولہ تعالیٰ: وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ۔ الرعد:14

ترجمہ: اور اللہ کے سوا جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ ان کی درخواست کو ان سے زیادہ منظور نہیں کرسکتے۔ جتنا پانی اس شخص کی درخواست کو منظور کرتا ہے جو اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلائے ہوتا کہ وہ اس کے منہ تک آجاوے اور وہ اس کے منہ تک آنے والا نہیں۔

''اس سے غیر اللہ احیاء واموات سے استغاثہ کرنے والوں کا خسران معلوم ہوتا ہے اور یہ بلا کثرت سے پھیل گئی۔''

▯قرآن کریم کا ارشاد یہ ہے کہ جس طرح کوئی شخص پانی کو دور سے دیکھ کر کہے کہ یہاں پانی ہے، چشمہ ہے، کنواں ہے اور دور سے ہاتھ پھیلائے پکار رہا ہو کہ پانی میرے منہ تک آجائے تو وہ کبھی نہیں آتا۔ اسی طرح جو لوگ اللہ کے علاوہ کسی دوسرے پر توقع رکھتے ہیں یعنی اللہ کے بتائے ہوئے قاعدے کے خلاف، سنت کے خلاف کسی دوسرے پر بھروسہ کرتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے ان کی پکار کوئی فضول اور لاحاصل ہو اور فرماتے ہیں افسوس یہ ہے کہ اس وقت کی اکثریت اسی میں مبتلا ہے۔

خود عمل نہیں کرتے عقیدہ درست نہیں کرتے اور کوئی قصیدہ غوثیہ پڑھ رہا ہے اور کوئی کسی اور قصیدے کا چلہ کاٹ رہا ہے۔

انقیاد کی تقسیم تشریعی وتکوینی کی طرف:

قولہ تعالیٰ: وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا الرعد:15

ترجمہ: اور اللہ ہی کے سامنے سب سرخم کیے ہیں جتنے آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں ہیں۔

''خوشی سے اور مجبوری سے اول انقیاد تشریعی ہے دوسرا انقیاد تکوینی۔''

▯اس آیت میں دو انسانی رویوں کا ذکر ہے دنیا میں وہی ہوتا ہے جو اللہ چاہتا ہے لیکن بندے دو طرح محسوس کرتے ہیں ایک برضا ورغبت قبول کرتے۔ اللہ کی طرف سے جو کچھ ہوتا ہے اسے قبول کرکے اس کا شکر ادا کرتے ہیں اور اس کی عبادت کرتے ہیں۔ یہ انقیاد یعنی وہ عمل کرنا، اسے تسلیم کرنا جو شریعت کے مطابق ہے۔ یہ تشریعی ہے، دوسرا جو نافرمان ہوتا ہے اسے بھی جب اللہ کی طرف سے بیماری آتی ہے تو وہ بھی اُسے رد نہیں کرسکتا، اسے قبول کرنا پڑتی ہے، نقصان ہوتا ہے تو قبول کرنا پڑتا ہے، مصیبت آتی ہے تو اسے رد نہیں کرسکتا، یہ سب کچھ تکوینی ہوتا ہے کہ مجبوراً اسے اللہ کے حکم کو ایسا ہی قبول کرنا پڑتا ہے۔

عقل معتبر عقل معاد ہے:

قولہ تعالیٰ: اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝١٩ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ الرعد:19

ترجمہ: پس نصیحت تو سمجھدار لوگ ہی قبول کرتے ہیں۔ یہ لوگ ایسے ہیں کہ اللہ سے جو کچھ انہوں نے عہد کیا ہے اس کو پورا کرتے ہیں الخ۔

''اولوالالباب کو ان جملوں سے موصوف کرنا اس پر دلیل ہے کہ عقل معتبر عقل معاد ہی ہے اور ایسا ہی شخص عاقل کہلانے کے لائق ہے گو دنیا سے ناواقف ہو۔''

▯فرماتے ہیں اس آیہ کریمہ سے ثابت ہے کہ نصیحت تو صاحب دانش ہی قبول کرتے ہیں اور اللہ سے کیا ہوا وعدہ پورا کرتے ہیں۔

اس سے مراد یہ ہے کہ عقلمند وہ ہے جو آخرت کے بارے سوچ کر ایسے کام کرتے ہیں جن پر اخروی فائدہ مرتب ہوتا ہے خواہ دنیا کی باتیں وہ نہ جانتا ہو دنیا کے معاملے میں اسے زیادہ علم نہ ہو۔ دنیاوی امور کو نہ سمجھتا ہو لیکن عقلمند اسی کو سمجھا جائے۔ قرآن نے عقلمند اسے مانا ہے جو دنیا میں رہتا ہے اور بناتا آخرت کو ہے۔

مَآ اَمَرَ اللّٰہُ بِہٖٓ اَنْ یُّوْصَلَ میں حقوق شیخ کا داخل ہونا:

قولہ تعالیٰ: وَالَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰہُ بِہٖٓ اَنْ یُّوْصَلَ الرعد:21

ترجمہ: اور یہ ایسے ہیں کہ اللہ نے جن علاقوں کے قائم رکھنے کا حکم کیا ہے ان کو قائم رکھتے ہیں۔

"روح میں ہے کہ اس میں سب اوامر آ گئے اور اس عموم میں سب اہل حقوق داخل ہیں یہاں تک کہ حضرت فضیل بن عیاض کا قول ہے کہ اگر کوئی سب نیک کام کرے اور اس کے پاس ایک مرغی ہو اس کا حق ادا نہ کرے تو وہ نیکوکار نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ جب مرغی کے حق میں یہ کہا گیا ہے تو پیر کا کیا کچھ حق و ادب ہوگا جس میں کوتاہی کی جاتی ہے۔"

فرماتے ہیں نیک وہ ہے جو تمام اوامر جو اس کے ذمے ہیں اور تمام حقوق جو اس کے ذمے ہیں سب کی نگہداشت کرے۔ حضرت فضیل ابن عیاض کا قول نقل کیا گیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص بہت عبادت کرتا ہے، نیکی کرتا ہے، سب کے حقوق کا خیال رکھتا ہے لیکن ایک مرغی اس نے پال رکھی تھی۔ وہ بھوک سے مر رہی یا کوئی تکلیف اسے تھی اسے اس نے نہیں سنبھالا، اس کی خبر گیری نہیں کی تو وہ فرماتے ہیں باقی نیکیوں کا بھی اسے اجر نہیں ملے گا۔ چونکہ اس نے حقوق میں کوتاہی کی تو اگر ایک مرغی کے حقوق میں اس نے کوتاہی کی تو اس نے سب نیکیوں کو برباد کر دیا۔ تو جب ہم اپنے جیسے انسانوں، والدین، بھائیوں، رشتہ داروں، مسلمانوں یا عام انسانوں کے حقوق میں کوتاہی کرتے ہیں تو پھر اس کا مطلب یہ نہیں کہ ایک عجیب بات ہے ایک آدمی برائی کرتا ہے اور نیکی بھی کرتا ہے تو طنز اس کی نیکی پہ کیا جاتا ہے کہ دیکھو یہ نمازیں بھی پڑھتا ہے اور جھوٹ بھی بولتا ہے۔ یہ نہیں کہنا چاہیے یہ کہنا چاہیے کہ چونکہ تم نماز پڑھتے ہو تمہیں جھوٹ چھوڑ دینا چاہیے۔ یعنی تنقید برائی پہ کرنی چاہیے انکار برائی کا کرنا چاہیے۔ ہمارے ہاں الٹا قاعدہ ہے ایک آدمی نیکی کرتا ہے، کوئی غلطی بھی کر جاتا ہے تو کہتے ہیں اگر تم یہ کرتے ہو تو پھر مسجد کیوں جاتے ہو، یہ کام کرتے ہو تو روزہ کیوں رکھتے ہو؟ کہتے ہیں اس نے داڑھی رکھی ہوئی ہے لیکن سچی بات نہیں کرتا حالانکہ داڑھی رکھنا تو اچھی بات ہے، جھوٹ بولنا بری بات ہے۔ تو جو بات خراب ہے اس سے بندے کو روکا جانا چاہیے۔ ہمارے ہاں الٹی گنگا بہتی ہے کہ اگر کوئی شخص نیکی کرتا ہے اور اس سے غلطی ہو جاتی ہے تو اسے نیکی سے روکا جاتا ہے کہ تم یہ کام کیوں کرتے ہو۔ حالانکہ جھوٹ بولنے سے روکنا چاہیے۔ فرماتے ہیں، اگر آپ نے ایک مرغی پال رکھی ہے تو اس کا بھی آپ پر حق ہے تو اندازہ کیجیے کہ والدین کا حق کتنا ہوگا، بہن بھائیوں کا حق کتنا ہوگا؟ درجہ بدرجہ ہمسایوں کا کتنا حق ہوگا، عامۃ المسلمین کا پھر عوام الناس کا۔ انسان اگر کافر بھی ہے تو مرغی سے تو اچھا ہے انسان ہے اس کے حقوق ہیں۔ کافر کے ساتھ تعلقات کی ایک حد ہے۔ یہ تو جائز نہیں کہ پڑوسی اگر غیر مسلم ہے تو اسے ایذا دیتے رہیں اس کا پڑوس کا تو حق ہے۔ انسانی حقوق تو کافر کے بھی ہیں۔ اسی طرح مولانا فرماتے ہیں میں اپنی طرف سے کہتا ہوں کہ جب مرغی کے حق میں

یہ کہا گیا ہے تو پیر یا شیخ کا کیا کچھ حق وادب ہوگا۔ جس بندے سے تم برکات حاصل کرتے ہو تجلیات باری پانے کی توقع رکھتے ہو اس کا حق کتنا ہوگا؟

ذکر سے قلب کا اطمینان:

قولہ تعالیٰ: اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىٕنُّ الْقُلُوْبُ الرعد:28

ترجمہ: خوب سمجھ لو کہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان ہوتا ہے۔

''روح میں ہے کہ اس اطمینان کا سبب ایک نور ہے جس کو اللہ تعالیٰ مومنین کے قلوب پر فائض فرماتا ہے۔ جس سے پریشانی اور وحشت جاتی رہتی ہے۔''

صاحب روح البیان فرماتے ہیں کہ ذکر الٰہی میں اور ذکر قلبی میں ایک خاص نور ہوتا ہے خود دلوں کو سکون عطا کرتا ہے اور پریشانیاں اور وحشت دور ہو جاتی ہے۔ ایک تجربہ ایسا بھی ہوا ہے کہ کچھ لوگ ذکر بھی کرتے ہیں لیکن پریشان بھی رہتے ہیں۔ حالانکہ اللہ کا ارشاد ہے کہ ذکر سے اطمینان نصیب ہوتا ہے پریشانی نہیں ہوتی تو اس کی وجہ یہ ہے کہ کوئی کام بھی پوری طرح کیا جائے وہ اپنے نتائج مرتب کرتا ہے اور جس کام کا ڈرامہ رچایا جائے اس پر کوئی نتیجہ مرتب نہیں ہوتا۔ آپ ڈرامے میں ایک کو بادشاہ بنا دیں تو وہ بادشاہ نہیں بن جاتا۔ اگر ذکر میں بھی ہم ایکٹنگ کرتے رہیں اور ذکر میں بھی ہم خانہ پری کریں گے تو اس سے ظاہر ہے کہ وہ نتائج تو برآمد نہیں ہوں گے تو یہ کام ایسا ہے جسے پورے خلوص اور پوری توجہ سے کیا جائے اور پورے اطمینان سے کیا جائے اور بڑی عجیب بات ہے اللہ کریم فرماتا ہے کہ ذکر سے دلوں کو قرار آتا ہے لیکن آپ ذکر الٰہی کی بات کریں تو ہر بندہ دلیلیں مانگنا شروع کر دیتا ہے۔ کیا یہ دلیل نہیں ہے اللہ کا فرمان ہے اور جتنی یہ خرافات ہیں ان پر کوئی دلیل نہیں مانگتا، برائیاں کرنا، بازاروں میں گھومنا، چوریاں کرنا، بے حیائی کرنا کوئی نہیں پوچھتا کہ آپ کے پاس اس کے کرنے کی کیا دلیل ہے۔ جواء کھیلنے میں، سینما دیکھنے میں آوارہ گردی میں سب ساتھ ہولیں گے۔ جب اللہ اللہ کرنے کی بات آئے گی تو پھر ایسے وہ لوگ جنہیں الف بے نہیں آتا بحث وتکرار شروع کر دیتے ہیں تو یہ بدنصیبی کی انتہا ہے۔

سقوط تکالیف کا بطلان:

قولہ تعالیٰ: اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مع قولہ تعالیٰ لَىٕنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ الرعد:36

ترجمہ: آپ فرمائیے کہ مجھ کو صرف یہ حکم ہوا ہے کہ میں اللہ کی عبادت کروں مع قولہ اور اگر آپ ان کے نفسانی خیالات کا اتباع کرنے لگیں

''صریح ہے اس باب میں کہ عبادات کسی سے ساقط نہیں ہوتیں اور دوسرا ارشاد نص ہے اس باب میں کہ امر مذب کا نہیں وجوب کا ہے جس کے ترک پر وعید ہے۔''

یعنی جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں ہر حال میں اللہ کی عبادت کروں تو یہ اس بات پر دلیل ہے کہ کوئی ایسی ہستی دنیا میں نہیں ہے جس سے عبادات ساقط ہو جائیں۔ ہر ایک کو کرنی پڑیں گی۔ دوسرا اشارہ ان اسباق میں یہ ہے کہ وہ امر مذب کا نہیں وجوب کا ہے جس کے ترک پر وعید ہے۔ اور دوسرا یہ ہے کہ یہ صرف مباح اور موزوں نہیں بلکہ یہ حکم ہے کہ بدکاروں کی مجلس میں نہ بیٹھا جائے اور ان کی باتوں کو نہ سنا جائے۔ ان کی پیروی نہ کی جائے۔

منتہی کے لیے دنیا کا مضر نہ ہونا:

قولہ تعالیٰ: وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً الرعد:38

ترجمہ: اور ہم نے یقینا آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے اور ہم نے ان کو بیبیاں اور بچے بھی دیئے۔

''روح میں ہے کہ اس میں اشارہ ہے کہ کامل کو تعلقات اہل و ولد و دنیا کے مضر نہیں ہوتے اور یہ منافی ولایت نہیں۔''

فرماتے ہیں جب انبیاءؑ کے بارے یہ ارشاد ہوتا ہے کہ آپؐ سے پہلے بھی رسولؑ بھیجے ان کی بیبیاں بھی تھیں ان کی اولادیں بھی تھیں تو کسی ولی اللہ کا بال بچہ ہونا، بیبیاں ہونا یہ ولایت کے اور اس کے کمال کے منافی نہیں ہے بلکہ یہ انداز فطرت ہے اور فطری زندگی ہے۔ ہمارے ہاں رواج ہے کہتے ہیں وہ بہت بڑا ولی اللہ ہے کہ وہ جنگلوں میں رہتا ہے کھاتا پیتا ہی کچھ نہیں کسی سے بات ہی نہیں کرتا اس کا کوئی بیوی بچہ ہی نہیں۔ اسے کمال کی دلیل سمجھا جاتا ہے تو فرمایا یہ جہالت ہے۔

کرامت کا لوازم ولایت سے نہ ہونا:

قولہ تعالیٰ: وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ الرعد:38

ترجمہ: اور کسی پیغمبر کے اختیار میں امر نہیں کہ ایک آیت بھی بدون اللہ کے حکم کے لا سکے۔

''اس میں خوارق کے مطالبہ کی ممانعت ہے۔ اور جب انبیاءؑ سے اس کی ممانعت ہے جن کا صاحب خوارق ہونا ضرور ہے تو اولیاء سے تو کب اجازت ہوگی جن کا صاحب خوارق ہونا بھی ضروری نہیں۔''

اور فرماتے ہیں اس میں کرامات کے مطالبے کی ممانعت ہے۔ انبیاءؑ صاحب معجزات ہوتے ہیں ان سے معجزہ طلب کرنے کی ممانعت ہے تو یہ ضروری نہیں کہ ہر ولی صاحب کرامت ہو۔ پھر ولی سے کرامت طلب کرنا، کہاں اس کی اجازت ہوگی۔ حالانکہ ہمارے ہاں طریقہ ہی یہی ہے کہ ہم سمجھتے ہیں کوئی کرامت دیکھیں گے تو پھر ان کی بات سنیں گے۔

سعادت وشقاوت کے محو کی حقیقت:

قولہ تعالیٰ: يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ۖ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ الرعد:39

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جس حکم کو چاہیں موقوف کر دیتے ہیں اور جس حکم کو چاہیں قائم رکھتے ہیں اور اصل کتاب ان ہی کے پاس ہے۔

''بعض نے اس کو سعادت وشقاوت پر محمول کیا ہے اور بعض سلف سے ایسی دعا منقول بھی ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ دفتر ملائکہ سے تو یہ محو ممکن ہے مگر علم الٰہی سے ممکن نہیں اور لوح محفوظ اگر علم الٰہی سے حاکی ہے تو اس میں تغیر جائز نہیں اور اگر وہ ملائکہ کا دفتر ہے تو اس میں تغیر ممکن ہے اور محفوظ کے معنی یہ ہوں گے کہ تغیر خلق سے محفوظ ہے۔''

فرماتے ہیں جو کچھ علم الٰہی سے وارد ہوتا ہے اس میں تبدیلی کا کوئی امکان نہیں۔ جو فرشتوں کے علم میں ہوتا ہے یا جو فرشتوں کے دفتر میں لکھا جاتا ہے یہ اللہ کی مرضی کہ کسی وقت ایک حکم دے دیتے ہیں دوسرے وقت اسے منسوخ کر دیتے ہیں تو وہ بدلا بھی جا سکتا ہے۔ یہ اس کی مرضی لیکن جو علم الٰہی میں ہے اس میں تبدیلی نہیں ہوتی وہ ہر چیز کو ہر وقت ہمیشہ سے جانتا ہے۔

***

اکرم التفاسیر

سورۃ الکہف آیات 18 تا 26

الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ O وَالصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلٰى
حَبِيْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ O اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ
الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ O بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ O
وَ تَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّ هُمْ رُقُوْدٌ وَّ نُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ
اور (اے مخاطب!) تم ان کو جاگتا ہوا سمجھتے ہو حالانکہ وہ سوتے تھے اور ہم ان کو (کبھی)
وَ ذَاتَ الشِّمَالِ وَ كَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ
داہنی اور (کبھی) بائیں طرف کروٹیں بدلاتے تھے اور ان کا کتا چوکھٹ پر اپنے دونوں
لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّ لَمُلِئْتَ مِنْهُمْ
ہاتھ پھیلائے ہوئے تھا اگر (اے مخاطب!) تو ان کو جھانک کر دیکھتا تو ان سے پیٹھ پھیر
رُعْبًا (18) وَ كَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ قَالَ
کر بھاگ کھڑا ہوتا اور تیرے اندر ان کی دہشت سما جاتی۔ اور اسی طرح ہم نے ان کو
قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ
جگا دیا تا کہ آپس میں ایک دوسرے سے دریافت کریں ان میں سے ایک کہنے
قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ
والے نے کہا کہ تم یہاں کتنی مدت رہے؟ انہوں نے کہا کہ ہم ایک دن یا ایک دن سے بھی
هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ
کچھ کم دیر رہے انہوں (دوسروں) نے کہا یہ تو تمہارا پروردگار ہی جانتا ہے کہ تم کتنا عرصہ
بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا (19) اِنَّهُمْ
رہے تو اپنے میں سے کسی کو یہ روپیہ دے کر شہر کی طرف بھیجو پھر وہ دیکھے کہ پاکیزہ کھانا کون
اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوْكُمْ اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ وَ
سا ہے سو اس میں سے تمہارے پاس کچھ کھانا لے آئے اور آہستہ آہستہ (احتیاط کے ساتھ) آجائے
لَنْ تُفْلِحُوْٓا اِذًا اَبَدًا (20) وَ كَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ
کہ کسی کو تمہاری خبر نہ ہونے دے۔ اگر ان لوگوں کا تم پر بس چل گیا (تمہاری خبر ہوگئی) تو
لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ اَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا
یقیناً تم کو سنگسار کر دیں گے یا پھر اپنے مذہب میں داخل کر لیں گے تو ایسے میں تم ہرگز کبھی
اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا
فلاح (کامیابی) نہ پاؤ گے اور اس طرح ہم نے ان (لوگوں) کو ان (کے حال) سے
رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓى اَمْرِهِمْ
باخبر کر دیا تا کہ وہ جانیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور یہ کہ قیامت میں کوئی شک نہیں اس وقت
لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا (21) سَيَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ
(اس زمانہ کے) لوگ ان کے معاملے میں آپس میں باہم جھگڑ رہے تھے سو ان لوگوں نے
رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ وَ يَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ
کہا کہ ان لوگوں (کے غار) پر کوئی عمارت بنا دو ان کا پروردگار ان کے حال سے خوب
كَلْبُهُمْ رَجْمًاۢ بِالْغَيْبِ وَ يَقُوْلُوْنَ سَبْعَةٌ وَّ ثَامِنُهُمْ
واقف ہے جو لوگ ان کے معاملے میں غلبہ رکھتے تھے کہنے لگے ہم ضرور ان (کے غار) پر
كَلْبُهُمْ قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا
مسجد بنائیں گے۔ اب وہ (لوگ) کہیں گے وہ تین ہیں چوتھا ان کا کتا ہے اور وہ (بعض)
قَلِيْلٌ فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا وَّ لَا
کہیں گے پانچ ہیں چھٹا ان کا کتا ہے بے تحقیق بات کر رہے ہیں اور کہیں گے سات ہیں
تَسْتَفْتِ فِيْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا (22) وَ لَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّيْ
اور آٹھواں ان کا کتا ہے آپ فرما دیجئے میرے پروردگار ان کا شمار خوب (صحیح صحیح) جانتے ہیں
فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا (23) اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا
ان (کے شمار) کو بہت تھوڑے لوگ جانتے ہیں سو آپ ان کے بارے میں سوائے سرسری
نَسِيْتَ وَ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّهْدِيَنِ رَبِّيْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا

بات کے زیادہ بحث نہ کیجئے اور ان کے بارے ان لوگوں میں سے کسی سے پوچھئے۔ اور
رَشَدًا (24) وَ لَبِثُوْا فِیْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِیْنَ وَ
آپ کسی کام کی نسبت یوں نہ کہا کیجئے کہ میں اس کو کل کروں گا مگر اللہ کے چاہنے کو ملا لیجئے کہ مجھے
ازْدَادُوْا تِسْعًا (25) قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا
اُمید ہے کہ میرا پروردگار مجھے (دلیل نبوت کے طور پر) اس سے بھی زیادہ
لَبِثُوْا لَهٗ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ
نزدیک کی بات بتلا دے۔ اور وہ لوگ اپنے غار میں (حالت نیند میں) تین سو (300)
اَبْصِرْ بِهٖ وَ اَسْمِعْ مَا لَهُمْ مِّنْ
برس تک رہے اور نو (9) برس اور رہے (کل تین سو نو (309) برس رہے)۔
دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا یُشْرِكُ فِیْ
فرما دیجئے کہ جتنی مدت رہے اسے اللہ ہی خوب جانتا ہے اسی کے لئے ہیں
حُكْمِهٖۤ اَحَدًا (26)

آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتیں وہ کیا خوب دیکھنے والا اور کیا خوب سننے والا ہے اُس کے سوا ان کا کوئی کارساز نہیں اور نہ وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک فرماتا ہے۔

اَللّٰهُمَّ سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ○ مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ۔

اصحاب کہف کی بات چل رہی تھی کہ جب وہ غار میں پہنچے اور اللہ کریم نے انہیں تین صدیوں تک سُلائے رکھا تو اُن کی نیند میں بھی بہت سی خرق عادات چیزیں اور کرامات تھیں۔ پیچھے گزر چکا کہ ہم نے سورج کو بھی حکم دیا کہ طلوع ہو تو ان سے اپنی کرنیں سمیٹ کر چلے اور غروب ہو تو بھی دھوپ انہیں پریشان نہ کرے۔ فرمایا: وَ تَحْسَبُهُمْ اَیْقَاظًا اے مخاطب! ان کی نیند ایسی عجیب ہے کہ اگر تو اُنہیں دیکھے تو تو سمجھے گا کہ یہ تو جاگ رہے ہیں جیسے آدمی آرام کرنے کے لیے لیٹا ہوا ستا رہا ہوتا ہے حالانکہ وہ اتنی گہری نیند میں تھے کہ تین سو نو سال سوتے رہے۔ پھر فرمایا اگر تو ان کو دیکھے تو سمجھے گا کہ یہ تو ویسے ہی لیٹے ہوئے ہیں، جاگ رہے ہیں یعنی نیند میں آنکھیں بند ہو جاتی ہیں، غفلت ہو جاتی ہے، بندہ اونچی اونچی سانسیں لیتا ہے یا خراٹے بھرتا ہے تو پتا چلتا ہے کہ یہ بے سدھ ہے۔ ایسی کوئی بات نہیں، ایسے پتہ چلتا ہے کہ وہ جاگ رہے ہیں حالانکہ وہ سو رہے ہیں وَّ هُمْ رُقُوْدٌ وہ گہری نیند سو رہے ہیں لیکن خرق عادت یہ ہے کہ لگتا ہے کہ یہ جاگ رہے ہیں۔ پھر فرمایا: وَ نُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْیَمِیْنِ وَ ذَاتَ الشِّمَالِ وَ كَلْبُهُمْ انہیں پہلو بدلواتے رہتے ہیں۔ جسم میں اتنی ہوش، نیند میں بھی باقی رہی ہے کہ جب ایک پہلو تھک جاتا ہے تو وہ سوتے سوتے دوسرا پہلو بدل لیتا ہے، وہ تھک جاتا ہے تو وہ دوسرا بدل لیتا ہے۔ فرمایا، وہ چونکہ میرے لیے نکلے تھے تو میں نے اتنی تکلیف بھی انہیں نہیں دی کہ وہ خود پہلو بدلیں بلکہ اُن کے پہلو ہم بدلواتے ہیں، کبھی دائیں اور کبھی بائیں۔

ایمان کی حقیقت بھی یہی ہے کہ آدمی کی حرکت و سکون احکام الٰہی کے تابع ہو جائیں۔ اُن کی تو منجانب اللہ ہو گئی کیونکہ وہ تو اپنا سارا معاملہ، زندگی، موت اور اپنے تمام معاملات اللہ کے سپرد کر کے غار میں چلے گئے تو اللہ کریم نے اُن کے پہلو بدلنے تک کا ایسا اہتمام فرمایا کہ اُسے اپنی ذات کی طرف منسوب فرمایا۔ وَ كَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَیْهِ بِالْوَصِیْدِ ان کے ساتھ جو کتا آ گیا تھا وہ زندہ سلامت اپنے ہاتھ پاؤں پھیلائے غار کے دروازے پر بیٹھا رہا یعنی اس کا بھی کچھ نہیں بگڑا اس کا وجود بھی سلامت رہا اور اسی طرح وہ بھی نیند کے مزے لے رہا ہے۔ عجیب بات ہے صدیاں گزر گئیں نہ کھانے کی حاجت پیش آئی، نہ پینے کی ضرورت پیش آئی۔ زندگی کے سارے لوازمات وہیں ٹھہر گئے جیسے زمانہ ٹھہر گیا ہو اور وہ تین صدیاں سوتے رہے۔ اور فرمایا! سونے میں بھی انہیں تکلیف نہیں ہوئی۔ کوئی دیکھے تو سمجھے کہ ویسے ہی ستا رہے ہیں، جاگ رہے ہیں حالانکہ وہ سو رہے ہیں۔ اور پھر ہم اُن کے پہلو بدلواتے ہیں۔ منجانب اللہ انہیں وہ مقام مرتبہ حاصل ہو گیا۔ اور یہی وہ مقام ہے جس کے بارے حدیث قدسی ہے کہ فرمایا، جو لوگ میرے ہو جاتے ہیں تو میں ان کے ہاتھ پاؤں بن جاتا ہوں، اُن کی آنکھیں بن

جاتا ہوں۔ اس سے مراد یہی ہے کہ انہیں اتنا قربِ الٰہی نصیب ہوتا ہے کہ اللہ کے احکام کے خلاف کچھ کرنے کا وہ سوچتے بھی نہیں۔ ان کے ہاتھ پاؤں اس طرف حرکت نہیں کرتے، وہ اطاعت الٰہی میں سارے کام کرتے ہیں۔

اور ہم نے تو اُن کا اتنا لحاظ کیا کہ اُن کے کتے پر بھی یہ کرم فرمایا کہ وہ بھی صدیوں، سلامت، مزے سے پاؤں پھیلائے بیٹھا رہا۔ یہاں علمائے حق لکھتے ہیں کہ کتے نے بھی اگر اہل اللہ کا، اولیاء اللہ کا دامن تھاما تو اُسے بھی اللہ نے سلامت رکھا اور اس کا خاص طور سے ذکر بھی فرمایا کہ اُسے کوئی تکلیف نہیں ہوئی تو بندۂ مومن اگر ولی اللہ کا دامن تھام لے تو وہ کتنا کچھ حاصل کرسکتا ہے۔ تو فرماتے ہیں کہ نیکوں کا ساتھ ہمیشہ فائدہ دیتا ہے اور نیکوں کے ساتھ رہنا چاہیے۔ نیک لوگوں کا ساتھ ایک کتے کو بھی اتنا تحفظ دے گیا تو بندہ مومن کا مقام تو اپنا ہے اور اللہ کریم اُسے بہت فائدہ دے گا۔

اُن کے سونے میں بھی بے شمار کرامات ہیں فرمایا: لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا (18) اے مخاطب! اگر تو انہیں جھانک کر غار میں دیکھ لے جہاں وہ غار کے درمیان کھلی جگہ میں آرام فرما ہیں تو، تُو واپس پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑا ہو۔ وَلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا اور تیرے اندر اُن کی دہشت سما جائے۔ یہ ایک اور کرامت عطا کردی کہ اگر کفار میں سے، چونکہ غار شہر کے قریب ہی تھا کوئی تلاش کرتے آجائے اور جھانک کر انہیں دیکھ بھی لے تو انہیں چھوڑ کر بھاگ جائے اور کچھ بگاڑ نہ سکے۔ اس طرح کا رعب انہیں اللہ کریم نے عطا کردیا تھا کہ اگر کوئی دیکھ بھی لیتا تو پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتا اور اس کے اندر دہشت سما جاتی، رعب سے لرزنے لگ جاتا اور اُن کا کچھ بگاڑ نہ سکتا۔

کرامات اولیاء احقاقِ حق کے لیے ہوتی ہیں، حق کو ثابت کرنے کے لیے ہوتی ہیں اور یہ نبیؑ کے معجزے کی فرع ہوتی ہیں۔ نبیؑ کا معجزہ حق کو ثابت کرنے کے لیے ہوتا ہے کسی فرد کی بڑائی کے لیے نہیں، اپنی بڑائی کے لیے نہیں بلکہ اللہ کی عظمت کو منوانے کے لیے ہوتا ہے، باطل کے مقابلے میں حق کو حق ثابت کرنے کے لیے ہوتا ہے۔ اسی طرح ولی کی کرامت احقاقِ حق کے لئے حق کو ثابت کرنے کے لیے ہوتی ہے کیونکہ نبیؑ کے معجزے کی فرع ہوتی ہے اور ولی نبیؑ کا تابعدار ہوتا ہے، نبیؑ کا اتباع کرتا ہے، اور خلوص دل سے اطاعت کرتا ہے تو اُسے یہ شرف نصیب ہوتا ہے کہ نبیؑ کا معجزہ ولی کے ہاتھ پر اس کی حیثیت کے مطابق ظاہر ہوتا ہے۔ ولی کی کرامت اس نبیؑ کا معجزہ ہوتا ہے جس نبیؑ کا وہ پیروکار ہے۔ نبیؑ کا معجزہ اللہ کا فعل ہوتا ہے اور صادر نبیؑ کے ہاتھ پر ہوتا ہے۔ اب تو یہ معاملہ ہی الٹ گیا ہے۔ پتہ نہیں کن کن چیزوں کو کرامت سمجھا جاتا ہے اور کیسے کیسے لوگوں کو روحانی پیشوا قرار دیا جاتا ہے۔ تو فرمایا، ایک کرامت اُن کی یہ بھی ہے کہ وہ تو آرام سے سو رہے ہیں لیکن اگر تو انہیں جھانک کر دیکھ لے تو وہاں سے بھاگ کھڑا ہوگا اور اُن کے رعب سے لرزاں و ترساں ہوگا۔ جب اصحاب کہف نے غار میں پناہ لی تھی اس وقت ملک کا حکمران دقیانوس تھا۔ وہ حکمران مشرک تھا اور لوگوں کو شرک پہ مجبور کرتا تھا۔ اس لیے وہ اُس سے بھاگ گئے۔ صدیاں بیت گئیں اس کے بعد جب وہ جاگے تو اس وقت کا حکمران ایک مسلمان تھا۔ چونکہ اس وقت دین عیسوی ؑ تھا تو وہ دین عیسوی ؑ پر تھا، نیک تھا لیکن اس کی قوم میں ایک فتنہ پیدا ہوگیا تھا۔ لوگوں میں آخرت کی زندگی کا اور دوبارہ جی اُٹھنے کا انکار کرنے والے فرقے پیدا ہوگئے تھے اور تفرقہ پیدا ہوگیا تھا۔ اللہ کریم نے اس فتنے کو ختم کرنے کا انتظام تین سو سال پہلے سے کر رکھا تھا۔ مفسرین کرام لکھتے ہیں کہ وہ بادشاہ دعا مانگا کرتا تھا کہ بارالٰہا! میں اپنی ساری کوشش کرچکا ہوں اور یہ فتنہ فرو نہیں ہو رہا تو تُو کوئی معجزہ ظاہر فرما کہ یہ فتنہ فرو ہوجائے اور اس کا علاج ہوجائے تو اللہ کریم نے غار والوں کو جگا دیا۔ فرمایا: وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ ہم نے انہیں جگا دیا۔ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ تاکہ وہ آپس میں دریافت کریں۔ وہ ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کتنی دیر ہوئی ہمیں غار میں آئے، کب سے ہم آکے سوئے اور اب جاگے ہیں، پڑے سوتے ہی

رہے! قَالَ قَآئِلٌ مِّنۡهُمۡ كَمۡ لَبِثۡتُمۡ ایک نے دوسرے سے پوچھا بھئی ہم کتنی دیر سوئے ہیں، کتنی دیر ہوگئی غار میں آئے؟ قَالُوۡا لَبِثۡنَا يَوۡمًا اَوۡ بَعۡضَ يَوۡمٍ دوسرے کہنے لگے دن بھر گزر گیا ہوگا یا دن کا کچھ حصہ ہوگا، ابھی آ کر لیٹے تھے کچھ دیر آنکھ لگ گئی، گھنٹہ گزر گیا ہوگا، دو گھنٹے گزر گئے ہوں گے، دن کا کچھ حصہ گزر گیا ہوگا۔ کہنے لگے، چھوڑو اس جھگڑے کو جتنی دیر بھی گزر گئی اللہ ہی جانتا ہے۔ قَالُوۡا رَبُّكُمۡ اَعۡلَمُ بِمَا لَبِثۡتُمۡ تمہارا پروردگار بہتر جانتا ہے۔

یہاں بھی ایک بہت بڑی نصیحت آموز بات ہے کہ بات مقصد کی کرنی چاہئے۔ غیر ضروری بحث میں نہیں پڑنا چاہئے۔ اس نے کہا پروردگار بہتر جانتا ہے۔ ہم غار میں آئے، سو گئے۔ اب ہم اٹھ گئے ہیں، بھوک لگ رہی ہے، پیاس لگ رہی ہے۔ تین سو نو برس سوتے رہے، نہ بھوک لگی نہ پیاس، نہ کوئی پریشانی ہوئی نہ تھکاوٹ۔ اب جب جاگے تو وہ ساری چیزیں واپس آگئیں، کہنے لگے بھوک لگی ہے۔ غیر ضروری بحث کو چھوڑو، اللہ بہتر جانتا ہے، مقصد کی بات کرو۔ ہم آئے اور سو گئے، ہم کتنے دیر سوئے اس پر بحث کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ سو گئے یہ تو ہے، اب جاگ گئے ہیں، اب بھوک لگی ہے، اب اس کا انتظام کرو۔ فَابۡعَثُوۡۤا اَحَدَكُمۡ بِوَرِقِكُمۡ هٰذِهٖۤ یہ چند سکے دے کر کسی کو بازار بھیجو۔ یہ بھی ان کی کرامت تھی کہ صدیوں سوتے رہے، نہ بھوک نے تنگ کیا نہ پیاس نے، جب جاگے تو زندگی کے سارے لوازمات واپس آگئے۔ علمائے حق فرماتے ہیں کہ اپنی ضرورت کا سرمایہ رکھنا توکل کے منافی نہیں ہے۔ یہ اللہ پر توکل کرکے غار میں گئے لیکن کچھ سکے، کچھ چیزیں، اپنی ضرورت کا سرمایہ ساتھ لے گئے۔ اُن کے پاس پیسے تھے تو جب آنکھ کھلی تو کہا یہ پیسے کسی کو دو کہ وہ بازار سے کھانا تو لے آئے۔ فَابۡعَثُوۡۤا اَحَدَكُمۡ بِوَرِقِكُمۡ هٰذِهٖۤ اپنے میں سے کسی ایک کو یہ سکے دے کر بھیجو کہ شہر جائے اور کھانا لائے۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ توکل کے منافی نہیں ہے کہ اپنی ضرورت کی چیزیں، اپنی ضرورت کا لباس، اپنی ضرورت کا سرمایہ اپنے پاس رکھ لے۔ جائز اسباب اختیار کرنا ضروری ہے، یہ توکل کے منافی نہیں ہے۔ یہ توکل نہیں ہے کہ بندہ سارے اسباب ہی چھوڑ دے اور کہے کہ یہ توکل ہے۔ اسباب اختیار کرنا عبادت الٰہی ہے اور جائز اور حلال وسائل اور ذرائع اور اسباب اختیار کرنا یہ بجائے خود اطاعت اور عبادت ہے۔ پھر جب بازار بھیجا تو فرمایا، ہماری قوم تو گمراہ ہے اور ایسے لوگ ہیں۔ انہیں یہی پتہ تھا کہ ایک یا آدھا دن ہم سوئے ہیں تو وہی بازار، وہی قوم، وہی لوگ ہوں گے۔ تو یہ لوگ تو بے دین ہیں، حرام حلال کی بھی پروا نہیں کرتے، پاکی پلیدی کی بھی پروا نہیں کرتے تو فرمایا: کسی کو بھیجو! فَلۡيَنۡظُرۡ اَيُّهَاۤ اَزۡكٰى طَعَامًا تو یہ تلاش کرے کہ کہاں، بہت پاکیزہ اَزۡکٰی بہت ہی پاک صاف کھانا ملے گا اب اَزۡکٰی میں شرط ہے کہ حلال بھی ہو اور پاک بھی ہو، ناپاک بھی نہ ہو۔ تو فرمایا! بندۂ مومن کو کھانے میں حلال اور پاکیزگی کا خیال رکھنا چاہئے۔ حرام چیز بھی نہ کھائے، ناپاک چیز بھی نہ کھائے۔ یہ پاک، ناپاک کا خیال تو ہمارے گھروں میں بھی نہیں رکھا جاتا۔ صرف یہ باہر ملکوں یا کافر ملکوں کی بات نہیں ہے، یہاں بھی کوئی پاک ناپاک کی پروا نہیں کرتا تو کھانے سے چونکہ وجود میں حیات آتی ہے۔ زندگی کا سارا مواد غذا سے بنتا ہے، خون بنتا ہے، خون اعضاء میں جاتا ہے، زبان میں، دماغ میں، دل میں حرام سرایت کرے گا، ناپاک ہوگا تو ناپاک سرایت کرے گا اور جن اعضاء میں ناپاک غذا جائے گی ان میں اللہ اللہ کرنے کی توفیق کب ہوگی۔ اس کا ایمان کمزور ہوجائے گا، ایمان کمزور ہوگا تو اس کا کردار کمزور ہوجائے گا، کردار کمزور ہوگا تو انسان ضائع ہوجائے گا۔ تو آج جو ماحول میں آوارگی دیکھتے ہیں، اس کا ایک بہت بڑا سبب حرام اور ناپاک کھانے ہیں۔ خصوصاً یہ جو ہوٹلوں سے کھائے جاتے ہیں اور بازار سے جسے آج کی زبان میں Fast Food یا Junk Food کہتے ہیں۔ Junk Food کا پنجابی ترجمہ بنتا ہے "گندبلا" انگریزی میں اسے Junk Food کہتے ہیں لوگ بڑے فخر سے اُسے کھاتے ہیں۔ اس میں اکثر تو حرام استعمال ہوتا ہے اور حرام نہ ہو تو بھی پاک پلید کا تو خیال ہی نہیں رکھا جاتا، ناپاکی ہوتی

ہے۔ اُس سے صحت بھی خراب ہوتی ہے اور ایمان زیادہ خراب ہوتا ہے۔ تو انہوں نے سارا اہتمام کیا کہ کسی کو سکہ دے کر بھیجو۔ تو یہاں علماء فرماتے ہیں کہ یہ جائز ہے کہ مشترکہ مال ہو اور کسی ایک کے سپرد کیا جائے اور سب خوشی سے اُسے اجازت دیں کہ وہ خرچ کر کے آئے۔ تو شراکت مال میں بھی جائز ہے اور کھانے میں بھی جائز ہے اگر خوشی سے اور رضا مندی سے ہو۔ اگر ایک آدمی کے پاس کھانا ہے، چار دوست ہیں وہ کہتا ہے آؤ مل کر کھالیں تو جائز ہے۔ کھانے میں، مال میں رضامندی سے شراکت جائز ہے زبردستی نہیں۔ پھر وہ دیکھے کہ کس کے پاس پاکیزہ کھانا ہے اور اس میں سے کھانا لے آئے لیکن وَلۡيَتَلَطَّفۡ وَ لَا يُشۡعِرَنَّ بِكُمۡ اَحَدًا۔ لیکن وہ آرام سے آہستہ آہستہ چلتا ہوا جائے، آرام سے دیکھ بھال کرتا ہوا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ قوم کے لوگ تمہیں پہچان لیں اور پھر وہ تمہیں پکڑ کر لے جائیں اِنَّهُمۡ اِنۡ يَّظۡهَرُوۡا عَلَيۡكُمۡ اگر انہیں تمہارا پتہ چل گیا اور تمہیں پکڑ لیا يَرۡجُمُوۡكُمۡ تمہیں پتھر مار مار کر ہلاک کر دیں گے اَوۡ يُعِيۡدُوۡكُمۡ فِىۡ مِلَّتِهِمۡ یا واپس اپنے مذہب میں داخل کر لیں گے اور پھر ہمارے پاس دو ہی راستے ہوں گے۔ وہ ہمیں دو راستوں پر مجبور کر دیں گے یا تو ہمیں پتھر مار مار کر تکلیف دے کر قتل کر دیں گے یا کہیں گے ہمارے مذہب پر واپس آجاؤ۔ اور اگر ہم ان کے مذہب پر واپس چلے گئے تو پھر ہم ہمیشہ کے لئے تباہ ہو گئے ہمارے لئے بچنے کا کوئی راستہ نہیں۔ یعنی اگر قتل کیا تو ایذاء دے کر، پتھر مار مار کر تکلیف دے کر قتل کریں گے یا وہ کہیں گے کہ ہمارے والا مذہب اختیار کرو، خدانخواستہ اس مذہب میں گئے تو ہمیشہ کے لئے تباہ ہو جائیں گے لہٰذا بڑی احتیاط سے بچ بچا کر جانا۔ گویا یہ بھی توکل نہیں ہے کہ آدمی بے تحاشہ مرنے کے لئے نکل پڑے، جان اللہ کی امانت ہے اور اس کا تحفظ اور احتیاط کرنا دین کے مطابق ہے توکل کے منافی نہیں ہے۔

وَ لَنۡ تُفۡلِحُوۡۤا اِذًا اَبَدًا ۝ وَ كَذٰلِكَ اَعۡثَرۡنَا عَلَيۡهِمۡ لِيَعۡلَمُوۡۤا اَنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ اَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيۡبَ فِيۡهَا فرمایا!

یہ انتظام ہم نے اس لئے کیا تھا کہ بعد میں آنے والے بھی اور یہ بھی جان لیں، لوگوں کو ان کے حال سے باخبر کر دیا کہ وہ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت آنے والی ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ اب جو باہر قوم میں مناظرے ہو رہے تھے اور جھگڑے ہو رہے تھے کہ مرنے کے بعد پھر کیسے زندہ ہوں گے اور عذاب ثواب کیا؟ جیسے آج کل کئی طبقے ایسے ہیں کہ کوئی عذاب وثواب قبر کا انکار کرتا ہے، کوئی حیاتِ برزخیہ کا انکار کرتا ہے۔ تو اس وقت بڑا فتنہ پیدا ہو گیا ہوگا۔ جب انہوں نے سکہ دُکان پر دیا تو دُکاندار نے دیکھا کہ یہ تو تین سو سال پرانا دقیانوس کے زمانے کا سکہ ہے، اُسے تو گزرے تین سو سال ہو گئے تو اس نے اِدھر اُدھر کے لوگوں کو بتایا کہ اس بندے کے پاس اُس عہد کا سکہ ہے۔ یہ کون ہے؟ اُن کے جانے کا، غائب ہونے کا واقعہ تو مشہور تھا، تاریخ میں آرہا تھا کہ کچھ جوان تھے جو غائب ہو گئے پھر ملے ہی نہیں تو واقعہ سب کو یاد آ گیا کہ یہ تو تین سو سال پہلے غائب ہوئے تھے اب کہاں اُس زمانے کے روپے لے کر پھر رہے ہیں۔ تو اللہ کریم فرماتے ہیں! ہم نے یہ اس لیے کیا کہ وہ سارے لوگ بھی سمجھ لیں لِيَعۡلَمُوۡۤا اَنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقٌّ کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے، قیامت قائم ہوگی اور اس میں کوئی شبہ نہیں۔ چنانچہ وہ تنازعہ جو اُس امت میں، ان لوگوں میں، حکومت میں چل رہا تھا ختم ہو گیا۔ سب نے توبہ کی اور اقرار کیا کہ آخرت کا عذاب وثواب بھی ہے۔ اللہ قادر ہے کسی کو سُلا دے، جگا دے۔ اللہ قادر ہے مرنے والے کو زندہ کر دے، وہ ہر چیز پہ قادر ہے۔ فرمایا، ان کے لیے بھی ہم نے یہ اہتمام کر رکھا تھا تو سب کو پتہ چل گیا۔ جب فتنہ ختم ہو گیا تو وہ واپس غار میں پہنچے اور اللہ نے ان پر موت وارد کر دی، وفات پا گئے۔ اب اللہ کریم نے ہی انہیں سنبھالا، کسی نے غار میں گھس کر قبر نہیں بنائی، کسی نے جنازہ نہیں پڑھا، کسی نے دفن نہیں کیا۔ وہ جانے اور اُن کا پروردگار جانے اور نہ کوئی بندہ غار میں جا سکا، نہ اللہ کریم نے جانے دیا۔ اب لوگ جمع ہو گئے اور کہنے لگے کہ ان پر یادگار بنائی جائے کہ اندر تو ہم جا نہیں سکتے اور یہ تو اندر رہ گئے اور فوت ہو گئے وصال ہو گیا تو یہاں کوئی یادگار

بنا دیں کوئی مینار بنا دیں۔ کوئی ایسی بات کہ یہاں ان کی نشان دہی اور یادگار رہے۔

اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ اس میں قوم میں بڑی بحث ہوئی کہ کیا کیا جائے تو فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا کہ ان پر کوئی یادگار، کوئی عمارت بنائی جائے رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ آگے اُن کا کیا حال ہے۔ وہ فوت ہو گئے دفن ہو گئے، نہیں ہو گئے، اُن کی قبر؟ اس میں ہم مداخلت نہیں کرتے، وہ جانیں اور ان کا پروردگار جانے۔ جس نے انہیں تین صدیاں سنبھال کے رکھا وہی اُن کے کفن دفن بھی کر دے گا، اندر جانے کی جرأت کوئی نہیں کرتا تھا۔ چنانچہ کہنے لگے، ان کے حال کو چھوڑ دو اور ان پر کوئی عمارت بنا دو جو یادگار رہے جہاں لوگ زیارت کے لیے آئیں قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓى اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا O لیکن ان میں جو معاملہ فہم لوگ تھے یا جو طاقتور اور بااثر تھے انہوں نے کہا، یہاں فالتو عمارت بنانے کی ضرورت نہیں، یہاں مسجد بناؤ جو آئے وہ اللہ کی عبادت کرے، اللہ کا ذکر کرے، تلاوت کرے۔ کوئی ایک مسجد موجود ہو تو جو یہاں آئے وہ اللہ کی ان آیات کو بھی دیکھے اور اللہ کی عبادت بھی کرے چنانچہ انہوں نے غار کے منہ پر ایک مسجد بنا دی۔ مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اس آیت کے مطابق لکھا ہے کہ اہل اللہ کی قبروں پر مساجد بنانا منع نہیں ہے کسی ولی اللہ کی قبر کے ساتھ مسجد بنا دی جائے تو اچھی بات ہے۔ لوگ مسجد میں بیٹھیں اللہ کی عبادت کریں، اللہ کا ذکر کریں اور دعا مانگیں۔ خود قبروں کو سجدے کرنا شرک ہے، مسجد بنا کر مسجد میں عبادت کرنا باعث ثواب ہے۔

سَيَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ اب وہ لوگ کہیں گے وہ تو تین تھے رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ چوتھا ان کا کتا ساتھ تھا وَ يَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ اور دوسرے کہیں گے نہیں وہ پانچ تھے چھٹا ان کا کتا تھا رَجْمًا بِالْغَيْبِ یہ سب لوگوں کے اندازے ہیں، غیر ضروری باتیں ہیں تین تھے، پانچ تھے، سات تھے، آٹھ تھے اس پر بحث کی کیا ضرورت ہے؟ جس مقصد کے لیے انہیں اللہ نے قبول فرمایا اور احقاق حق کے لئے اور دین حق کے ثبات کے لئے انہیں سلائے رکھا اور جب ضرورت پیش آئی کہ باہر مناظرے ہو رہے تھے تو انہیں جگا دیا۔ مسئلہ طے ہو گیا اور لوگوں کو قیامت پر ایمان آ گیا۔ اب اس میں بحث کی کیا ضرورت ہے کہ وہ تین تھے، پانچ تھے یا سات تھے۔ یہ غیر ضروری بحث ہے۔ وَيَقُوْلُوْنَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ کوئی کہتے ہیں وہ سات تھے اور آٹھواں اُن کا کتا تھا فرمایا! قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ فرما دیجیے ان کا پروردگار ان کی تعداد سے واقف ہے۔ مقصد یہ تھا کہ حق ثابت کیا جائے کہ قیامت قائم ہو گی، اللہ مردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے۔ اللہ زندوں کو بھی صدیوں سُلا کر اٹھانے پر قادر ہے۔ مردے کو زندہ کرنے سے ایک زندہ کو صدیوں تک اس حال میں رکھنا کہ وہ زندہ بھی رہے اور موت کی وادی میں بھی رہے تو اس کے لیے کچھ مشکل نہیں۔ وہ اس پر قادر ہے اور اُس پر بھی قادر ہے۔ یوں وہ مسئلہ طے ہو گیا۔ اس بحث کی کیا ضرورت ہے کہ وہ تین تھے یا پانچ تھے یا سات تھے۔ جتنے بھی تھے جس مقصد کے لیے اللہ نے انہیں نیند دی وہ مقصد پورا ہو گیا۔ اس کا مطلب ہے کہ اللہ کریم ایسے انتظام فرماتے ہیں کہ صدیوں پہلے اہتمام فرما دیتے ہیں جبکہ ضرورت صدیوں بعد آتی ہے۔ یہ اُس کا اپنا نظام ہے۔ تو فرمایا، انہیں فرما دیجیے اللہ ان کی تعداد سے واقف ہے مَّا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ۔ یا وہ چند لوگ، تھوڑے لوگ جنہیں اللہ بتا دے۔ اُن کی تعداد سے اللہ کے بندے جو اس میں تحقیق کرتے ہیں وہ آگاہ ہیں۔ اللہ توفیق دے دے۔ فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا اور اُن کے بارے سوائے سرسری بات کے زیادہ بحث نہیں کرنی چاہیے۔ یعنی جس مقصد کے لیے اللہ نے انہیں سلائے رکھا وہ مقصد پورا ہو گیا۔ انہیں نیند سے جگایا، انہیں بھوک پیاس بھی لگی، وہ بازار بھی گئے اور جب بازار سے واپس آئے تو اللہ کریم نے انہیں آغوش رحمت میں لے لیا۔ انہیں موت دے دی، انہیں بھوک رہی نہ پیاس نہ دنیا کی زندگی رہی۔ چونکہ حق کو ثابت کرنے کے لیے بطور کرامت انہیں اللہ نے زندہ رکھا، وہ اپنا کام کر گئے، اور حق ثابت ہو گیا

اور اللہ نے انہیں آغوشِ رحمت میں لے لیا، بات ختم ہوگئی۔ اب اس پر بحث کی کیا ضرورت تھی، تین تھے، پانچ تھے یا سات تھے یا چھوٹے تھے بڑے تھے، یہاں تھے، یہاں نہیں تھے، مقصد پورا ہوگیا۔ سو یہ بات جو ظاہر ہے وہی کافی ہے اس میں زیادہ بحث کی ضرورت نہیں وَّلَا تَسْتَفْتِ فِيْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا اور لوگوں سے بھی ان کے بارے سوال نہ کیے جائیں، ہر بندہ اپنی رائے ظاہر کرے گا، ہر بندہ اپنی مختلف بات کرے گا تو بات الجھتی چلی جائے گی۔ تو فرمایا! ایسے معاملات میں وہ بات کرنی چاہیے جس سے کوئی نتیجہ مرتب ہوتا ہو اور غیر ضروری اور زائد از ضرورت بحث میں نہ الجھا جائے، اس کا فائدہ نہیں ہوتا۔

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَايْءٍ اِنِّيْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ وَ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّهْدِيَنِ رَبِّيْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا آپ ﷺ سے جب اسی بارے سوال کیا گیا، یہی تین سوال تھے، روح کے بارے، اصحاب کہف کے بارے اور ذوالقرنین کے بارے۔ ذوالقرنین کا قصہ آگے آرہا ہے۔ ذوالقرنین اور اصحاب کہف کا قصہ اللہ کریم نے سورہ الکہف میں بیان فرمادیا اور روح کا قصہ پہلے گزر چکا ہے۔ تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں کل جواب دوں گا۔ نبیؑ چونکہ اُمت کی تربیت کرتے ہیں اور نبی ﷺ کی اُمت قیامت تک کے لیے، آخری انسان تک کے لیے ہے تو تمام انسانوں کی تربیت کے لیے انبیاءؑ پر ایسے حال گزرتے ہیں جو لوگوں کے لیے سند بن جاتے ہیں۔ تو حضور اکرم ﷺ ان شاء اللہ کہنا بھول گئے۔ یعنی یہ کہ اللہ نے چاہا تو بتا دوں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا، اس کا جواب کل دوں گا۔ لیکن ہوا یہ کہ حضور اکرم ﷺ پر پندرہ دن تک وحی نہیں آئی۔ آپ ﷺ بڑے پریشان ہوگئے۔ کفار نے بڑا مذاق اُڑایا کہ سوال اتنے مشکل تھے کہ آپ ﷺ سے آپ ﷺ کا اللہ ہی ناراض ہوگیا، آپ ﷺ کا اللہ بھی اب جواب نہیں دے سکتا۔ تو پندرہ دن کے بعد جب وحی نازل ہوئی تو اللہ کریم نے ارشاد فرمایا!

کہ اے میرے حبیب ﷺ! کسی کام کے بارے یوں نہ فرمائیں کہ میں کل کردوں گا۔ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ہاں یہ فرمایا کیجیے کہ ہاں! اللہ نے چاہا تو کل ہوجائے گا۔ یعنی کسی چیز کی نسبت بندہ یہ نہ کہے کہ میں یہ کردوں گا ہاں یہ کہے کہ اللہ نے چاہا اللہ نے توفیق دی تو میں یہ کردوں گا۔ اس کو اتنی اہمیت دی اللہ کریم نے کہ پندرہ دن تک وحی نہیں آئی تاکہ واقعہ ایک سند بن جائے اور قیامت تک مسلمانوں کی نسلوں میں چلتا رہے۔ اس کی اتنی اہمیت تھی کہ کوئی بات بھی کریں تو اپنی انا اُس میں نہ آئے۔ کہیں کہ اللہ نے توفیق دی، ان شاء اللہ، اللہ نے چاہا، اللہ نے مجھے یہ توفیق دی تو میں یہ کام کروں گا۔ وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَايْءٍ اِنِّيْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا

کسی چیز کے بارے یہ نہ کہیں کہ میں یہ کل کردوں گا یہ فرمایا کیجیے کہ اگر اللہ نے چاہا تو میں یہ کام کردوں گا۔ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ پھر ساتھ حکم دیا، انسان کے پاس زندگی موت، بعد از موت، قیامت، میدان حشر اور جنت تک کے لیے جو سرمایہ ہے وہ ذکرِ الٰہی ہے۔ دنیا گزر جائے گی، دنیا کے حالات گزر جائیں گے، لباس پرانے ہوجائیں گے، چھوڑ کر مرجائیں گے۔ کھانا پینا کھا جائیں گے، مرجائیں گے یا چھوڑ جائیں گے، مکان رہ جائیں گے۔ یہ سب کچھ دنیا میں جو سامنے نظر آرہا ہے مادّی ہے۔ آخرت میں اعمال ساتھ جائیں گے۔ اعمال کا مدار کس پر ہے؟ اعمال کا مدار ہے یادِ الٰہی پر، ذکرِ الٰہی پر۔ جتنا اللہ کی عظمت دل میں پیوست ہوگی، جتنا حضورِ حق نصیب ہوگا اتنا اللہ آپ کے دل و دماغ میں حاضر ہوگا، اتنی آپ کو اعمال صالح کرنے کی توفیق ہوگی۔ اللہ کی یاد بھول جائیں گے تو کس کے لیے عمل کریں گے اور کون توفیق دے گا۔ سو فرمایا! وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ اگر کسی دنیوی سبب سے کسی کام کی وجہ سے کسی مشغولیت کی وجہ سے، غفلت، سوجانے کی وجہ سے اللہ کی یاد بند ہوجائے تو جیسے آنکھ کھلے، جیسے ہی یاد آئے پھر ذکر شروع کردے وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ اے انسان! اگر اللہ کی یاد کسی سبب بھول جائے تو جیسے ہی خیال آئے اللہ اللہ کرنا شروع کردے کہ سارے دین

کی، ساری ابدی زندگی کی بنیاد یہ اللہ کا ذکر ہے اور اللہ کی یاد ہے۔ اور یہ یاد دل میں زندہ ہو تو بندہ نیکی بھی کر سکتا ہے ورنہ توفیق نہیں ہوتی۔ خیال ہی نہیں ہو تو پھر بندہ نیکی کیا کرے گا۔ وَقُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّهْدِيَنِ رَبِّيْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا اور یہ فرمایا کیجیے کہ میرا پروردگار قادر ہے، مجھے دلیل نبوت کے طور پر کوئی اس سے بڑا معجزہ عطا کر دے۔ یہ بھی معجزہ تھا حضور اکرم ﷺ کا کہ اصحاب کہف کے بارے کیا کیا خرافات اور کتنے افسانے بنے ہوئے تھے اور کتنی جھوٹی کہانیاں جڑی ہوئی تھیں تو حضور ﷺ نے صدیوں پہلے کی بات ذرا ذرا سی تفصیل کے ساتھ، جو ضروری تھی اس کے ساتھ بالکل عین حق فرما دی۔ تو فرمایا، یہ میری نبوت کی دلیل بھی ہے اور اللہ قادر ہے کہ اس سے بڑی دلیل بھی عطا فرما دے۔ چنانچہ آپ ﷺ کے معجزات کا شمار ہی ممکن نہیں۔ یہ قرآن بھی آپ ﷺ کا معجزہ ہے کہ اللہ کی ایسی کتاب حضور ﷺ پر نازل ہوئی جو قیامت تک حق بیان کر رہی ہے اور قیامت تک کوئی اس کا ایک نقطہ تک تبدیل نہیں کر سکتا نہ اس کے ساتھ کی کوئی عبارت پیش کر سکتا ہے، نہ اس میں کوئی کمی بیشی کر سکتا ہے۔ تو یہ اعلان ہے کہ تمام انسان او رجن جمع ہو جاؤ اور ایسی کوئی عبارت بنا لاؤ یا اس میں کچھ بگاڑ کر دکھاؤ۔ اللہ کریم فرماتے ہیں میں اس کا محافظ ہوں تو اس کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ آج تک کوئی ایک نقطہ، کوئی زیر، زبر تک نہیں بگاڑ سکا تو اللہ نے بہت بڑے دلائل، بہت بڑے معجزات حضور اکرم ﷺ کو عطا فرمائے۔ آپ ﷺ کی زندگی مبارکہ کا ہر لمحہ ایک معجزہ ہے اگر کوئی سمجھ سکے، جان سکے، تو علماء کرام فرماتے ہیں جسے اللہ سے محبت کرنی ہو، جسے اللہ کی اطاعت کرنی ہو وہ حضور اکرم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کا مطالعہ کرتا رہے، زندگی مبارک کے حالات پڑھتا رہے تو اُس سے ایسا دل صاف ہوتا ہے اور عظمت الٰہی در آتی ہے کہ اللہ کی محبت پیدا ہو جاتی ہے آپ ﷺ فرما دیجیے کہ یہ جو تم حیران ہو رہے ہو کہ میں نے یہ قصہ بیان کر دیا، اس میں حیرت کی بات نہیں ہے۔ میرا پروردگار قادر ہے کہ مجھے اس سے بڑے معجزات عطا کر دے۔ وَلَبِثُوْا فِيْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا چلو یہ بات بھی آپ کو بتا دیں جس پر آپ جھگڑ رہے ہیں کہ کتنا عرصہ گزرا کب یہ گئے اور جاگے تو اللہ کریم فرما رہے ہیں کہ تین سو نو سال سوتے رہے، تین سو نو برس، تین صدیاں اور نو برس یہ سوتے رہے اور دیکھو نہ ان کا لباس میلا ہوا نہ پھٹا، نہ گرمی سردی نے ان کا کچھ بگاڑا، کھلی زمین پر بغیر بستر اور رضائی کے وہ سو رہے تھے۔ گرمیاں بھی گزریں، سردیاں بھی گزریں، سورج بھی ان سے دامن بچا بچا کر گزرتا رہا، نہ انہیں دھوپ نے تنگ کیا۔ نہ تیز ہواؤں نے، باہر بارشیں بھی برستی رہیں، جھکڑ بھی چلتے رہے، گرمیاں بھی آتی رہیں، سردیاں بھی آتی رہیں ایک سال میں چار موسم گزرتے ہیں تو تین سو نو سال میں ہر سال میں گرمی سردی بہار خزاں گزرتے رہے تو کسی نے انہیں کچھ نہیں کہا اور وہ تین سو نو سال بعد اُٹھے۔

قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا ○ فرما دیجیے، اللہ کریم خوب جانتا ہے کون کہاں ہے، کتنا رہا، کب سویا کب جاگا، ہر ایک کے بارے ہر بات اللہ کریم ذاتی طور پر جانتا ہے اور زمینوں آسمان کے تمام غیوب صرف اس کے لیے ہیں۔ اللہ کے علاوہ کوئی غیب دان نہیں ہے۔ انبیاءؑ جو عالم غیب کی باتیں ارشاد فرماتے ہیں تو وہ اللہ انہیں تعلیم فرماتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے، وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ (آل عمران:179) اللہ تمہیں اپنے غیب نہیں بتاتا لیکن اپنے انبیاءؑ میں سے جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے انہیں غیب کی خبریں جو ضروری ہیں دیتا ہے۔ تو جب وہ خبر اللہ کی طرف سے آگئی تو اُس کی اصطلاح قرآن کریم میں ہے، لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ۔ وہ غیب نہ رہی، غیب پر اطلاع ہو گئی۔ اللہ کریم نے بتا دیا۔ اللہ کے علاوہ انبیاءؑ، رسل، انبیاءؑ کے متبعین، صحابہؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ، اولیاء اللہؒ بہت سی مغیبات پہ واقف ہو جاتے ہیں لیکن انہیں غیب پر اطلاع دی جاتی ہے۔ اور جس بات پر اطلاع نہیں دی جاتی اس بات سے واقف نہیں ہوتے۔ سیدنا

ابراہیمؑ کو ایک وقت میں فرمایا، وَ كَذٰلِكَ نُرِيٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ (الانعام:75) ہم نے ابراہیمؑ سے فرمایا کہ زمین آسمان کی بادشاہت دیکھ لو، ہم نے ہر چیز کھول کر ان کے سامنے رکھ دی۔ کہ زمین میں کیا کچھ ہو رہا ہے، کس طرح قدرت باری اس پر حاوی ہے اور اس کو چلا رہی ہے۔ آسمانوں پر کیا کچھ ہو رہا ہے اور کس طرح قدرت باری اسے چلا رہی ہے۔۔ سارا نظام دیکھ لو، زمین و آسمان کی ساری حقیقتیں کھول کر ان کے سامنے رکھ دیں۔ لیکن جب خواب میں حکم دیا کہ بیٹے کو ذبح کرو تو اُس کی حقیقت نہیں بتائی۔ انہیں نہیں پتہ تھا کہ اسمٰعیلؑ ذبح نہیں ہوں گے اور جنت سے دنبہ آجائے گا۔ انہوں نے تو اسمٰعیلؑ کو ہی ذبح کیا تھا اگر یہ مانا جائے کہ انہیں پتہ تھا تو پھر تو کسی کو بھی بتا دو کہ تم بیٹے کو لٹا کر ذبح کرو تو اس کی جگہ ہم دنبہ دے دیں گے پھر تو کوئی بھی کر سکتا ہے۔ ابراہیمؑ کو تو معلوم نہیں تھا۔ جب اسمٰعیلؑ کو ذبح کر چکے، خون کے فوارے نکلے اور آپؑ نے آنکھ کھولی تو اسمٰعیلؑ کھڑے مسکرا رہے تھے اور دنبہ ذبح ہو گیا تھا۔ انہوں نے اپنی طرف سے تو اسمٰعیلؑ کو ذبح کیا تھا تو وہ حیران ہو گئے کہ یہ کیا؟ کیا میری قربانی قبول نہیں ہوئی؟ تو فوراً وحی الٰہی آئی کہ نہیں! تو نے اپنا خواب سچ کر دکھایا قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا تو نے سچ کر دکھایا یہ تو ہماری قدرت کا ملہ ہے کہ اسمٰعیلؑ کو ہم نے چھری کے نیچے سے نکال کر دنبہ جنت سے بھیجا۔ تو جن کو مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ دکھائی تھی انہیں یہ بات نہیں بتائی؟

یعقوب علیہ السلام برسوں روتے رہے، بینائی جاتی رہی، آنکھیں سفید ہو گئیں لیکن جب ملاقات کا وقت آیا، اور یوسفؑ نے بھائیوں سے مصر میں والد کا حال پوچھا تو انہوں نے عرض کی کہ رو رو کر اُن کی آنکھیں سفید ہو گئی ہیں، بینائی جاتی رہی ہے، بہت کمزور ہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ یہ میری قمیص لے جاؤ، یہ میرا کرتا لے جاؤ اور میرے باپ کے چہرے پہ پھیر دو تو ان کی بینائی درست ہو جائے گی۔ وہ قافلہ جب مصر سے نکلا تو یعقوبؑ کنعان میں تھے فرمانے لگے۔ اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ (یوسف:94) آج مجھے یوسفؑ کی خوشبو آرہی ہے۔ یعنی کرتہ لے کر قافلہ مصر سے چلا اور آپؑ کنعان میں تھے تو کہنے لگے مجھے آج یوسفؑ کی خوشبو آرہی ہے۔ چنانچہ وہ قافلے والے کرتہ مبارک لے کر آئے ان کے رخِ انور پر پھیرا، ان کی بینائی بھی درست ہو گئی اس بات کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں منظوم فرمایا ہے۔

کسے پر سید آں گم کردہ فرزند
کہ اے روشن گہر پیر خرد مند

کسی نے اُس بزرگ سے یہ سوال کیا؟ کہ آپؑ دانا تر بھی ہیں اور آپؑ صاحب حال، صاحب کشف بھی ہیں اور اللہ کے نبیؑ بھی ہیں

ز مصرش بوئے پیراہن شمیدی
چرا در چاہ کنعانش نہ دیدی

کرتے کی خوشبو تو آپؑ نے مصر سے سونگھ لی اور خود یوسفؑ آپؑ کے گاؤں کے کنویں میں پڑا رہا تو اس وقت آپ کو کیوں پتہ نہیں لگا؟ یوسفؑ کی خوشبو کیوں نہیں آئی کہ اسی گاؤں میں پڑا ہے، ویران کنویں میں پڑا ہے۔ بھائیوں نے پھینک دیا تو آپؑ کو کوئی پتہ نہیں چلا اور بیٹھ کر روتے رہے اور آج مصر سے کرتہ نکلا تو آپؑ کو خوشبو آگئی کنعان کے کنویں میں آپ نہیں دیکھ سکے تو انہوں نے فرمایا:

بگفتا حال ما برق جہاں است
دمے پیدا و دیگر دم نہاں است

وہ کہنے لگے ہمارے احوال اس طرح ہوتے ہیں۔ جیسے آسمان پر بجلی چمک جاتی ہے جب چمکتی ہے تو ساری کائنات کو روشن کر دیتی ہے، جب چلی جاتی ہے تو کچھ بھی پتہ نہیں چلتا تاریکی اور بڑھ جاتی ہے

گہے برطارم اعلیٰ نشینم
گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

کبھی اپنے پاؤں کی پشت بھی نظر نہیں آتی جو ہر وقت نظروں کے سامنے رہتی ہے، کبھی ہمیں دنیا کا کچھ بھی پتا نہیں چلتا۔ جب اللہ کریم مشاہدات دیتا ہے تو کائنات کھول دیتا ہے اور روک دیتا ہے تو کچھ پتہ

نہیں چلتا۔ تو اس کا معنی یہ ہے کہ غیب کی خصوصیت صرف اللہ کے لیے ہی لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ عیب صرف اسی کے بس میں ہے، اسی کی خصوصیت ہے۔ کیا خوب سننے والا ہے، کیا خوب جاننے والا ہے! کوئی بات اس کی ذات سے مخفی نہیں رہ سکتی۔ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا O اور اے انسانوں! اللہ کے سوا تمہارا کوئی کارساز نہیں۔ تم در بدر بھٹکتے ہو یہ امیر میرا یہ کام کردے گا، یہ حاکم کردے گا یا یہ فلاں کردے گا۔ جائز وسائل اختیار کرو، ناجائز ذرائع اختیار نہ کرو، اس لیے کہ کام اللہ نے کرنا ہے کسی اور نے نہیں کرنا۔ ہر کام چھوٹا ہے یا بڑا، دنیا کا ہے یا آخرت کا، زندگی کا ہے یا موت کا، گھر کا ہے یا باہر کا، ہر کام میں تمہارا کارساز اللہ وحدہٗ لاشریک ہے، ہمہ وقت تمہارے ساتھ موجود ہے ہر کام کرنے پر قادر ہے اور اسی نے کرنا ہے۔ وسائل اختیار کرنا اس کی اطاعت ہے، اس نے حکم دیا ہے کہ جائز وسائل اختیار کرو۔ ناجائز وسائل بھی اختیار کرنا نافرمانی ہے اور جرم ہے۔ جائز وسائل اختیار کرو لیکن بھروسہ اُس پہ رکھو۔ وَّ لَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا O اور اس کے حکم میں، اس کی بادشاہت، میں اس کے احکام میں کسی کو شریک نہ کرو کہ اللہ کا حکم چھوڑ دو اور دوسرے کی بات مان لو۔ ایسا نہ کرو یہ بہت بڑا خسارے کا سودا ہے۔ تمہارے سارے امور اس وحدہٗ لاشریک نے انجام دینے ہیں اور تمام انبیاءؑ کی تعلیم کا خلاصہ یہی ہے کہ اس وحدہٗ لاشریک پر بھروسہ رکھو اور اُس کی ذات وصفات میں کسی کو شریک نہ کرو۔ اس پر بھروسہ چھوڑ کر کسی اور پر نہ کرو۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ O

ضرورت سٹاف

دارالعرفان منارہ میں اکاؤنٹنٹ کی ضرورت ہے۔ سلسلہ عالیہ سے منسلک، تجربہ کار اور ملازمت سے ریٹائرڈ حضرات کو ترجیح دی جائیگی۔ رہائش، کھانا اور معقول ماہانہ مشاہرہ ادا کیا جائے گا۔

رابطہ نمبر 0543-562200

ضرورت رشتہ

ہماری بیٹی، خوش شکل، عمر: 23 سال۔ تعلیم: MBA(HR)، ذات: بٹ، قد: "5.8 رہائش۔ لاہور کے لئے تعلیم یافتہ دیندار شریف فیملی سے رشتہ درکار ہے۔ لاہور کے رہائشی لڑکوں کو ترجیح دی جائیگی۔"

رابطہ نمبرز:

0333-8477004,0300-8477004

خوشخبری

دارالحفاظ کا قیام

تعصب، فرقہ بندی اور ہر قسم کی مار پیٹ سے پاک ماحول میں شیخ المکرم کی صحبت میں معیاری حفظ قرآن کی تکمیل کے لیے دارالعرفان منارہ، چکوال میں بورڈنگ اور میسنگ کی سہولت کے ساتھ دارالحفاظ کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ اپنے بچوں کو مستند، خوش الحان قاری صاحب کی زیر نگرانی حفظ قرآن کرانے کے لیے فوری طور پر داخل کروائیں۔

داخلے جاری ہیں

رابطہ: 0543-562200, 0343-1723618

انتقال پُرملال

دارالعرفان منارہ ضلع چکوال کے اکاؤنٹنٹ حاجی محمد اشرف صاحب 13 اپریل 2014 کو قضاءِ الٰہی سے انتقال فرما گئے ہیں۔ شیخ المکرم مدظلہ العالی نے حاجی محمد اشرف کی 21 سالہ پُرخلوص خدمات جو کہ انہوں نے دارالعرفان اور صقارہ سکول کے لیے انجام دیں ان کو سراہا اور دعائے مغفرت فرمائی اور سوگوار خاندان سے ہمدردی کا اظہار فرمایا۔ ساتھیوں سے دعا کی گزارش ہے۔

11 جولائی 2012

شیخ المکرم کی مجلس میں سوال اور اُن کے جواب

وَ حَمَلَهَا الۡاِنۡسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوۡمًا جَهُوۡلًا (الاحزاب:72)

ترجمہ: اور انسان نے اس کو اپنے ذمہ لے لیا بے شک وہ غلط کار (اور) بے علم تھا۔

سوال: یہاں تو یہ ہونا چاہئے تھا کہ انسان بڑا عقلمند ہے اس کی وجہ کیا ہے کہ اُسے ظَلُوۡمًا جَهُوۡلًا کہا گیا ہے؟

جواب: نہیں یہ تو آپ کی رائے ہے۔ اللہ کریم کا ارشاد ہے کہ یہ ذمہ داری میں نے پہاڑوں، آسمانوں اور زمینوں پر پیش کی کہ کوئی ہے جو یہ بوجھ سنبھالے؟ وہ بوجھ کیا تھا، وہ ذمہ داری کیا تھی؟ یہ بہت بڑا بوجھ معرفت الٰہی کا تھا۔ ساری مخلوق کو اللہ کریم نے پیش فرمایا کہ کوئی یہ نہ کہے کہ آپ نے انسان کو تو دے دیا اور ہمیں یہ فضیلت کیوں نہیں دی لیکن سب نے معذرت چاہی کہ ہماری یہ جرأت نہیں ہے، ہم یہ ذمہ داری اٹھانے کی جرأت نہیں کر سکتے۔ وَ حَمَلَهَا الۡاِنۡسَانُ اور انسان نے اٹھالی۔ آیہ کریمہ کا جو اگلا حصہ ہے وہ انسان کے عمومی مزاج کے بارے ہے۔ یہ اس لیے نہیں کہا گیا کہ انسان ظلوم اور جہول ہے کہ اس نے ذمہ داری اٹھائی اور اس نے زیادتی کی اور جہالت کی۔ نہیں! آپ یہ چھوٹا سا لفظ "حالانکہ" درمیان میں لگالیں۔ حالانکہ انسان غلط کار بھی ہے اور ناسمجھ بھی ہے۔ تو یہ انسانی مزاج کی بات قرآن نے ارشاد فرمائی ہے اور یہ فرمائی جاتی ہے اکثریت پر۔ سب پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا۔ جو بات اکثریت کی ہو اس میں شمار کیا جاتا ہے کہ لوگ ایسے ہیں۔ جب ہم کہتے ہیں کہ آج لوگ چور ہو گئے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے لوگوں کی کثرت ہوگئی ہے جو چوری کرتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں لوگ بددیانت ہو گئے ہیں۔ مراد یہ ہوتی ہے کہ سارے لوگ بددیانت نہیں ہیں لیکن بددیانت لوگوں کی اکثریت ہوگئی ہے۔ ارشاد فرمایا انسان جو ہے اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوۡمًا جَهُوۡلًا ایک تو وہ ظالم ہے یعنی غلط کار ہے۔ ظلم ہوتا ہے وضع الشئی فی غیرہ محلہ کسی چیز کو ایسی جگہ رکھنا جو اس کی جگہ نہ ہو۔ کوئی کام اس طریقے سے کرنا جو اس کا صحیح طریقہ نہ ہو۔ کسی کا حق لے لینا یا کسی کا حق کسی دوسرے کو دے دینا، یہ ساری چیزیں ظلم کے زمرے میں آتی ہیں اور قرآن نے کہا سب سے بڑا ظلم اِنَّ الشِّرۡكَ لَظُلۡمٌ عَظِيۡمٌ (لقمان:13) اللہ کی جگہ کسی دوسرے کو معبود بنالینا، یا اللہ کی ذات یا صفات میں کسی کو شریک کر لینا یہ بہت بڑا ظلم ہے، بہت بڑی غلطی ہے، ظلم عظیم ہے۔ یہ عمومی ارشاد فرمایا گیا کہ حالانکہ انسانوں کی عمومی اکثریت غلط کار بھی ہے اور نادان بھی ہے۔ حقیقت شئے سے واقف نہیں ہوتے اس کی چمک دمک دیکھ کر اسے سینے سے لگالیتے ہیں خواہ بعد میں پتہ چلے کہ یہ تو زہریلا سانپ تھا اس نے مجھے کاٹ لیا۔ دولت کی چمک دیکھ کر نثار ہو جاتے ہیں۔ عہدے کی چمک، اقتدار کی چمک دیکھ کر فدا ہو جاتے ہیں۔ یہ انسان کا عمومی مزاج ہے۔ جیسے قرآن مجید میں دوسری جگہ ارشاد ہے۔ وَ قَلِيۡلٌ مِّنۡ عِبَادِيَ الشَّكُوۡرُ (سبا:13) میرے تھوڑے بندے ایسے ہیں جو شکر ادا کرتے ہیں۔ تو یہ ظلوماجہولا عموم پر کہا گیا ہے۔ اور یہ کہنا کہ یہاں یہ ہونا چاہیے تھا یہ نادانی ہے۔ یہ پھر وہی جہولا والی بات ہے۔ ہونا وہی چاہئے تھا جو اللہ نے ارشاد فرمایا۔ ہم اُس کی حکمت کو نہیں پا سکتے کہ اللہ کریم نے جہاں جو فرمایا حق فرمایا۔ ہمیں تجویز نہیں کرنا چاہیے کہ یہاں یہ ہونا چاہئے۔ جو فرمایا گیا اُسے سمجھنے کی کوشش کرنا چاہیے، یہ ہماری ذمہ داری بنتی ہے۔ تو عمومی طور پر فرمایا گیا کہ انسان جب دنیا میں آتا ہے تو

وجود اور مادی عقل تو ہر بندے کے پاس ہے۔ دنیا بھی مادی ہے، ظاہری آنکھ بھی ہر بندے کے پاس ہے۔ دنیا کا ظاہری حسن بھی اُسے پسند آتا ہے۔ دل بھی ہر سینے میں ہے۔ خواہشات بھی ہر سینے میں پیدا ہوتی ہیں۔ تو دنیا کو دنیا کہتے ہی اس لئے ہیں کہ دنیا کا مطلب ہے قریب تر چیز، دنیا کو دنیا اس لئے کہتے ہیں کہ یہ بالکل سامنے ہے، ہر بندے کے قریب ہے، وہ دیکھ رہا ہے، اس کی لذات سے واقف ہے، اس کی چمک دمک سے واقف ہے۔ چونکہ جسم مادی ہے، دماغ مادی چیزوں کو سمجھتا ہے۔ قوت سامعہ یا حواس خمسہ فوراً اس کو محسوس کرتے ہیں، چکھتے ہیں، دیکھتے ہیں، سنتے ہیں تو یہ اس پہ فدا ہو جاتا ہے۔ یہ اس کی نادانی بھی ہے اور غلط کاری بھی۔ تو اپنے اس مزاج کے ساتھ اس نے یہ جرأت رندانہ کی کہ اس نے معرفت الٰہی کا بوجھ بھی اٹھالیا۔ تو آیہ کریمہ کا مفہوم یہ ہے کہ جب اس نے یہ بوجھ اٹھالیا ہے، اسے معرفت حق کی استعداد نصیب ہوگئی ہے تو اسے دنیا کی لذات سے بالاتر ہو کر معرفت الٰہی کے حصول کو اوّلیت دینا چاہیے۔ لیکن آپ خود اندازہ کرلیں کہ کتنے ایسے لوگ ہوں گے! اللہ کریم چونکہ خالق ہیں، مالک ہیں، ارادوں اور بھیدوں سے واقف ہیں، جانتے ہیں، تو انہوں نے اپنے علم سے ارشاد فرمایا کہ ان کی اکثریت غلط کام کرتی ہے۔ اقتدار کے لالچ میں، دولت کے لالچ میں آکر خواہشات کی اسیر ہو جاتی ہے، اس لیے نادان ہے۔ یہ نادانی ہے کہ آخرت کو چھوڑ کر بندہ دنیا کے پیچھے پڑ جائے۔ اور اس سے بڑی جہالت بھی اور کیا ہوگی! اللہ کریم سمجھ عطا فرمائے تو کوشش یہ کرنی چاہئے کہ جو کچھ قرآن میں فرمایا گیا ہے وہی حق ہے اور یہی یہاں ہونا چاہئے تھا۔ اگر ہمیں سمجھ نہیں آرہا تو ہماری سمجھ کا قصور ہے۔ ہمیں اس کو سمجھنا، ماننا اور اس پر عمل کرنا چاہیے۔

تو یہ اس لیے بتایا گیا کہ ایک آدمی کو اگر آپ ایک بوجھ اٹھواتے ہیں اور اس کی ایک ٹانگ میں نقص بھی ہے تو آپ کہتے ہیں، میاں اسے سنبھالنا، تمہیں لنگڑا پن بھی ہے یہ نہ ہو کہ کوئی پتھر راستے میں اٹکے تو خود بھی گر جاؤ اور یہ بوجھ بھی گرادو، احتیاط سے چلنا۔ وہی بات یہاں فرمائی گئی ہے کہ مزاجاً انسان میں یہ، یہ کمزوریاں ہیں۔ اس نے ذمہ داری بڑی اٹھالی ہے۔ اب اسے چاہئے کہ ان کمزوریوں پر قابو پا کر اپنی ذمہ داری کا حق ادا کرے۔ یہ تو ہے اس آیہ کریمہ کا مفہوم۔ اللہ کریم ہمیں سمجھ دے۔ شعور دے اور توفیق عمل عطا فرمائے۔

چونکہ معرفت الٰہی کا مقابلہ کسی بھی دوسری چیز سے نہیں کیا جاسکتا یہ سب سے افضل ہے اور انسان میں اس کے حصول کی استعداد ہے۔ اب وہ اپنی اس استعداد کو بروئے کار نہیں لاتا اور دنیا کی لذات میں کھو جاتا ہے تو یہ کتنی بڑی زیادتی اور کتنی بڑی بے وقوفی ہے! اس سے متنبہ فرمایا گیا کہ یہ کمزوریاں تمہارے مزاج میں ہیں۔ انسانی مزاج میں رکھی گئی ہیں۔ ایک کے مقابلے میں ایک چیز دی گئی ہے کہ تم میں یہ کمزوریاں بھی ہیں اور یہ کمال بھی ہے۔ اب یہ تمہاری ذمہ داری ہے کہ اپنی کمزوریوں کی طرف جاتے ہو یا اپنے کمال کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہو۔ دنیا کی لذتیں سامنے رکھیں، اب ایک آدمی اندھا ہے تو اس کے سامنے آپ گل و گلزار رکھ دیں اُسے کیا فرق پڑتا ہے۔ جب دنیا کو اتنا حسین بنایا تو انسان میں دنیا پر فدا ہونے کی کمزوری بھی رکھ دی۔ اور آزمائش یہ رکھی کہ اس کمزوری کے باوجود، خواہش نفس کے باوجود اس کو رد کر دیتا ہے اور میری معرفت کی طرف آتا ہے۔ یہی انسان کی عظمت کی دلیل ہے۔ تو یہ کمزوریاں فرشتے میں نہیں ہیں۔ فرشتے کے پاس نفس ہے نہ پیٹ ہے نہ بیوی بچے ہیں، نہ نفس کی کوئی خواہشات ہیں، نہ عہدے کا کوئی لالچ ہے، نہ دولت کا لالچ ہے، نہ اُسے گرمی سے غرض ہے نہ سردی سے۔ جس کی جنت میں ڈیوٹی ہے وہ جنت میں ڈیوٹی کر رہا ہے۔ جس کی دوزخ میں ڈیوٹی ہے وہ دوزخ میں کر رہا ہے۔ جنت میں رہنے والے کو جنت کی لذتوں کی خبر نہیں اور دوزخ میں رہنے والے کو دوزخ کے عذاب کی خبر نہیں۔ وہ اپنے کام سے کام رکھتا ہے اور اپنی تخلیق سے لے کر ابدالآباد تک فرشتہ اطاعت کرتا ہے۔ وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ (الصافات: 164) ان میں سے ہر ایک کا مقرر درجہ ہے، اس سے اس کی ترقی نہیں ہوتی۔ جب اتنی اطاعت کرتا ہے تو ترقی کس

لیے نہیں ہوتی؟ اس لیے کہ اس کے پاس کوئی کمزوری نہیں جو عبادت کرنے میں رکاوٹ بنے۔ انسان کو ترقی درجات اس لیے ملتی ہے کہ وہ ان تمام کمزوریوں کے باوجود ان پر قابو پا کر اللہ کی اطاعت کرتا ہے۔ قرب الٰہی کو پانے کے لیے مجاہدہ کرتا ہے۔ اس لیے ہر سجدے، ہر تکبیر، ہر نیکی، ہر اچھے کام پر اُسے مزید ترقی ملتی چلی جاتی ہے۔ ان ساری باتوں کو اس ایک جملے میں سمو دیا گیا کہ انسان نے یہ بوجھ اٹھا لیا یقینا، اگر ہم ترجمہ سمجھنے کے لئے یہاں یہ رکھ لیں کہ حالانکہ اس میں یہ کمزوریاں بھی ہیں، ان کے باوجود اس نے یہ بوجھ اٹھا لیا تو یہ بھی انسان کی ایک جرأت رندانہ ہے۔ اس کا کام ہے اور اللہ کریم نے یہ بھی ذمہ لیا، فرمایا اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا (الدھر: 3) دونوں راستے اس کے سامنے رکھ دیئے ہیں۔ راستہ واضح ہے، اب وہ شکر کرنا چاہتا ہے تو ہم اس کی توفیق دے دیتے ہیں۔ ناشکری کرنا چاہتا ہے تو اعضاء وجوارح اس طرف لگ جاتے ہیں، اس کی توفیق دے دیتے ہیں فیصلہ انسان کا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ایک بہت بڑی رعایت فرمائی، کہ انسان اگر غور کر کے سوچ سمجھ کر نہاں خانہ دل سے، تہہ دل سے یہ فیصلہ لے کہ مجھے اللہ کی اطاعت کرنی ہے۔ فرمایا: وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ (الشوریٰ: 13) جو یہ طے کر لے کہ مجھے اللہ کا راستہ اپنانا ہے، اللہ کی رضا کو پانا ہے، اللہ کا قرب تلاش کرنا ہے، ہم اس کے سفر کے انتظامات کر دیتے ہیں۔ تو انسان کے ذمے تو صرف فیصلہ رہ گیا نا۔ اس کی ساری کمزوریوں کے باوجود ہم اس کی ہدایت کے سامان کر دیتے ہیں وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ اپنی طرف اس کی راہنمائی فرما دیتے ہیں۔ یہاں مفسرین کرام لکھتے ہیں کہ یہ عالم آب وگل میں ایسے ہوتا ہے کہ جب کسی بندے کے دل میں یہ بات طے ہو جائے کہ اُسے رضائے الٰہی کو پانا ہے تو اللہ کریم ایسے اسباب پیدا فرماتے ہیں اسے ایسے بندوں سے ملا دیتے ہیں جو رضائے الٰہی کے حصول میں لگے ہوتے ہیں۔ اور اس کے لئے زندگی میں اسے پانا آسان ہو جاتا ہے۔ (جاری ہے)

***

طب

گذشتہ سے پیوستہ

لیموں

حکیم ملک عبدالماجد اعوان

لیموں کا شربت:

موسم گرما کا ایک بہترین مشروب اور آسانی سے ہر گھر میں تیار ہو سکتا ہے۔ کھٹے لیموں کا رس 250ml لے لیں اور اس میں 3 پاؤ چینی ملا کر آگ پر رکھیں اور چمچے سے ہلاتے رہیں جب ہلکا سا گاڑھا ہو جائے تو نیچے اتار کر خشک بوتل میں محفوظ کریں دو سے تین چمچ ٹھنڈے پانی میں ڈال کر استعمال کریں۔

چہرے کی چھائیوں کے لیے:

لیموں کا رس 10ml، شہد خالص 10ml، عرق گلاب 10ml، بیسن 2 تولہ، ہلدی 6 گرام، تمام چیزوں کو مکس کر کے رات کو چہرے پر لیپ کر دیں خشک ہونے پر اچھی طرح دھو لیں اس کے بعد گلیسرین سفید یا ویزلین لگائیں۔ انشاء اللہ چند دنوں میں جلد فریش ہو گی۔ اور چہرے پر چھائیوں میں واضح کمی ہو گی۔

موٹاپے کیلئے:

سبز قہوہ تیار کر کے آدھی چمچ خالص شہد اور لیموں کے چند قطرے ڈال کر روزانہ نہار منہ استعمال کریں۔ موٹاپے کو کم کرتا ہے۔ انشاء اللہ اگلے ماہ ہم ایک نئے مضمون کے ساتھ حاضر ہوں گے۔

***

خواتین کا صفحہ

سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ام فاران، راولپنڈی

نام ونسب: نام فاطمہؓ، لقب زہرا تھا۔ سرورِ کائنات ﷺ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں۔ والدہ محترمہ حضرت خدیجہؓ تھیں۔ سیدۃ النساء العالمینؓ، سیدۃ النساء الجنۃ، بتول، طاہرہ، مطہرہ، راضیہ، مرضیہ اور زاکیہ ان کے دیگر مشہور القاب ہیں (تذکار صحابیات)

زمانہ ولادت: حضرت فاطمہ الزہراؓ کے سنہ ولادت میں اختلاف ہے، متعدد روایات ملتی ہیں۔

☆ ابن جوزی کے مطابق آپؓ کی ولادت بعثت نبوی ﷺ سے پانچ سال قبل ہوئی جب حضور اکرم ﷺ کی عمر مبارک 35 برس تھی۔

☆ ابنِ اسحاق نے لکھا ہے کہ حضرت ابراہیمؓ کے علاوہ آنحضرت ﷺ کی تمام اولاد نبوت سے قبل پیدا ہوئی۔

☆ ایک دوسری روایت کے مطابق آپؓ کی ولادت عالی بعثت ﷺ کے سال میں ہوئی یا نبوت سے ایک سال قبل ہوئی۔

مؤرخین نے دونوں روایات میں یہ تطبیق دی ہے کہ ہوسکتا ہے حضرت فاطمہؓ 1 بعثت کے آغاز میں پیدا ہوئیں یا نبوت سے ایک سال قبل۔ تو چونکہ بعثت اور پیدائش میں فاصلہ کم ہے اس لئے یہ اختلاف ہوگیا ہوگا۔

بچپن: بچپن ہی سے نہایت متین اور تنہائی پسند تھیں۔ نہ کبھی کھیل کود میں حصہ لیا، نہ گھر سے باہر قدم نکالا۔ ہمیشہ اپنی والدہ ماجدہ کے پاس رہتی تھیں اور اُن سے اور حضور اکرم ﷺ سے ایسے سوالات کرتی تھیں جس سے ان کی ذہانت کا ثبوت ملتا۔

بچپن سے ہی مزاج سادگی پسند تھا۔ دنیا کی نمود و نمائش سے سخت نفرت تھی۔ ایک مرتبہ حضرت خدیجہؓ کے کسی عزیز کی شادی تھی انہوں نے سیدۃ فاطمہؓ کے لئے عمدہ کپڑے اور زیورات بنائے۔ جب چلنے کا وقت آیا تو حضرت فاطمہؓ نے پہننے سے انکار کردیا اور سادہ حالت ہی میں شادی میں شرکت کی۔ حضور ﷺ نے آپؓ کے ایسے ہی استغناء کی بنا پر آپ ﷺ کو 'بتول' کے لقب سے یاد فرمایا۔

تعلیم وتربیت: حضرت خدیجہ الکبریٰؓ نے سیدۃ فاطمہؓ کی تعلیم وتربیت پہ خاص توجہ دی۔ وہ اُن کے سوالات کے تسلی بخش جوابات دیتیں۔ ایک دفعہ انہوں نے پوچھا، "اماں جان! اللہ تعالیٰ کی قدرت تو ہم دیکھتے ہیں، کیا اللہ تعالیٰ خود نظر نہیں آسکتے؟" تو حضرت خدیجہؓ نے فرمایا: "میری بچی اگر ہم دنیا میں اچھے کام کریں گے اور اللہ کے احکام پہ عمل کریں گے تو قیامت کے دن اللہ کی خوشنودی کے مستحق ہوں گے اور یہی اللہ کا دیدار ہے۔"

☆ حضرت فاطمہؓ صورت اور سیرت میں رسول پاک ﷺ سے کمال درجہ مشابہت رکھتی تھیں۔ اس لئے انہیں طاہرہ ومطہرہ اور زاکیہ کے القاب سے بھی پکارا گیا۔

والدہ کا انتقال: حضرت فاطمہؓ نے اس دارِفانی میں آنکھ کھولتے ہی تمام عالمِ کفر کو اپنے والد ماجد کا مخالف پایا۔ سخت نامساعد حالات تھے جب آپ ﷺ کی والدہ خالقِ حقیقی سے جاملیں۔ اور سیدۃ فاطمہؓ بہت چھوٹی عمر میں شفقتِ مادری سے محروم ہوگئیں۔

حضور ﷺ کو اپنے بچوں کی تربیت ونگہداشت کا خاص خیال تھا۔ اسی وجہ سے آپ ﷺ نے حضرت سودہؓ سے نکاح کیا۔ آپ ﷺ کو جب بھی فرصت ملتی آپ ﷺ سیدۃ فاطمہؓ کے پاس تشریف لاتے، دلاسہ دیتے اور تحائف سے نوازتے۔

حضرت حفصہؓ بنتِ عمر فاروقؓ، حضرت اسماؓ اور حضرت عائشہؓ بناتِ ابوبکر صدیقؓ اور فاطمہؓ بنت زبیرؓ وقتاً فوقتاً حضرت فاطمہؓ کے پاس آ بیٹھتیں اور آپؓ کی دل جوئی کرتیں۔

حضورِ اکرم ﷺ سے والہانہ محبت: کفار، حضورِ اکرم ﷺ کو بڑی تکالیف پہنچاتے۔ کبھی آپ ﷺ کے سر مبارک پر خاک ڈال دیتے، کبھی راستے میں کانٹے بچھاتے۔ آپ ﷺ جب گھر تشریف لاتے تو حضرت فاطمہؓ کبھی تو حضرت خدیجہؓ کی طرح آپ ﷺ کو تسلی دیتیں اور کبھی مغموم ہو کر اشکبار ہو جاتیں تب آپ ﷺ ان کو تسلی دیتے اور فرماتے "بیٹی! گھبراؤ نہیں اللہ تمہارے والد کو کبھی تنہا نہیں چھوڑے گا۔" (تذکارِ صحابیات)

☆ ایک مرتبہ حضور ﷺ خانہ کعبہ میں نماز ادا کر رہے تھے۔ کفار کو شرارت سوجھی۔ انہوں نے اونٹ کی اوجھڑی لا کر سجدہ کی حالت میں آپ ﷺ کے اوپر ڈال دی۔ اس گروہ کے سردار عتبہ اور شیبہ تھے۔ کسی نے حضرت فاطمہؓ کو اس واقعہ کی اطلاع دی آپؓ بے چین ہو گئیں اور دوڑی ہوئی آئیں اور حضور ﷺ کی گردن مبارک سے اوجھڑی ہٹائی۔ آپؓ اس وقت کمسن تھیں۔ اللہ کی قدرت سے یہ سب کافر جنگ بدر میں ذلت کی موت مرے۔

ہجرت مدینہ: جب کفار کی شرانگیزی حد سے بڑھ گئی تو بارگاہ الٰہی سے حضور ﷺ کو ہجرت کا حکم ہوا۔ حضور ﷺ ایک رات حضرت علیؓ کو اپنے بستر پہ سلا کر عازمِ مدینہ ہوئے۔ مدینہ پہنچنے کے چند روز کے بعد آپ ﷺ نے اپنے غلام ابورافعؓ اور حضرت زید بن حارثہؓ کو مکہ بھیجا تا کہ آپ ﷺ کے اہل و عیال کو اپنے ہمراہ مدینہ لے آئیں۔ حضرت سودہؓ، حضرت فاطمہؓ، حضرت ام کلثومؓ، حضرت امِ ایمنؓ اور حضرت اسامہ بن زیدؓ نے ان دونوں حضرات کے ہمراہ مدینہ کی طرف ہجرت کی اور بخیریت حضور ﷺ کے پاس پہنچے۔

نکاح کے پیغامات: ہجرت کے وقت حضرت فاطمۃ الزہراؓ بلوغ کی عمر کو پہنچ چکی تھیں۔

☆ ابن سعد کے مطابق سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضور ﷺ کو حضرت فاطمہؓ کے لئے پیغام بھیجا۔ لیکن حضور ﷺ خاموش رہے یا بعض روایتوں کے مطابق حضور ﷺ نے فرمایا "جو اللہ کا حکم ہوگا۔"

پھر حضرت عمرؓ نے حضرت فاطمہؓ کے لئے پیغام بھیجا۔ حضور ﷺ نے انہیں بھی یہی جواب دیا۔

☆ البتہ حافظ ابن حجر نے "اصابہ" میں ابن سعد کی اکثر روایتیں حضرت فاطمہؓ کے حالات میں نقل کی ہیں۔ لیکن انہوں نے ان روایات کو نظر انداز کر دیا ہے۔

☆ چند روز کے بعد حضور ﷺ، سرورِ کائنات نے حضرت فاطمہؓ کی نسبت شیرِ خدا حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ الکریم سے کر دی۔ "تذکارِ صحابیات" میں اس نسبت کے قرار پانے سے متعلق تین مختلف روایتیں ہیں۔

(1) پہلی روایت: پہلی روایت کے مطابق ایک دن حضرت ابوبکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ اور سعد بن ابی وقاصؓ نے مشورہ کیا کہ فاطمۃ الزہراؓ کے لئے کئی پیغامات حضور ﷺ کو پہنچے ہیں لیکن آپ ﷺ نے کوئی بھی منظور نہیں فرمایا۔ اب علیؓ باقی ہیں جو نبی کریم ﷺ کے جانثار اور محبوب بھی ہیں اور عم زاد بھی، معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے فقر و تنگ دستی کی وجہ سے سیدہ فاطمہؓ کے لئے پیغام نہیں بھیجتے۔ کیوں نہ انہیں پیغام بھیجنے کی ترغیب دی جائے اور ضرورت ہو تو ان کی مدد بھی کی جائے۔ تینوں حضرات اس مشورہ کے بعد حضرت علیؓ کو ڈھونڈنے لگے۔ وہ جنگل میں اپنا اونٹ چرا رہے تھے۔ انہوں نے پورے خلوص کے ساتھ حضرت علیؓ کو پیغام بھیجنے کی ترغیب دی۔ انہیں اپنی بے سروسامانی کے باعث تأمل ہوا نیز فطری حیا مانع تھی مگر ان حضرات کے آمادہ کرنے پر راضی ہو گئے۔

جرأت کر کے حضور ﷺ کو پیغام بھیجا۔ حضور ﷺ نے ان کی استدعا فوراً قبول کر لی۔ پھر حضور ﷺ نے حضرت فاطمہؓ سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے بزبانِ خاموش اپنی رضامندی کا اظہار کر دیا۔

(2) دوسری روایت: دوسری روایت کے مطابق انصار کی

ایک جماعت نے حضرت علیؓ کو اس بات کی ترغیب دی۔ حضرت علیؓ، حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حرف مدعا زبان پر لائے۔ حضور ﷺ نے فرمایا "اھلاً وسھلاً مرحبا" انصار کی جماعت باہر منتظر تھی۔ حضرت علیؓ نے حضور ﷺ کا جواب ان کو سنایا تو انہوں نے حضرت علیؓ کو مبارک باد دی کہ حضور ﷺ نے آپؓ کا پیغام منظور فرما لیا۔

(3) تیسری روایت: اس کے مطابق حضرت علیؓ کی ایک آزاد کردہ لونڈی نے ایک دن ان سے پوچھا: "کیا فاطمہؓ کا پیغام حضور ﷺ کو کسی نے بھیجا ہے۔"

حضرت علیؓ نے جواب دیا: "مجھے معلوم نہیں۔"

اس نے کہا، "آپ کیوں نہیں پیغام بھیجتے؟"

حضرت علیؓ نے فرمایا: "میرے پاس کیا چیز ہے کہ میں عقد کروں؟"

لیکن اس نیک بخت خاتون نے مجبور کیا اور حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ اس کے باوجود حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سر جھکا کر خاموش بیٹھ رہے۔ حضور ﷺ نے خود ہی توجہ فرمائی اور پوچھا "علیؓ آج خلاف معمول بالکل ہی چپ ہو، کیا فاطمہؓ سے نکاح کی درخواست لے کر آئے ہو۔؟"

حضرت علیؓ نے عرض کی "بے شک یا رسول اللہ ﷺ۔"

تو حضور ﷺ نے درخواست منظور فرمالی۔

حق مہر: حضور ﷺ نے حضرت علیؓ سے پوچھا "تمہارے پاس مہر میں دینے کے لئے کیا ہے؟" حضرت علیؓ نے عرض کی "کچھ نہیں" پھر حضور ﷺ نے فرمایا "وہ حطمیہ زرہ کیا ہوئی؟" (جنگ بدر میں ہاتھ آئی تھی)

انہوں نے عرض کیا "وہ تو موجود ہے۔"

آپ ﷺ نے فرمایا: "بس وہ کافی ہے۔"

حضرت عمرؓ نے اس کو حضرت عثمانؓ کے ہاتھ 480 درہم پر فروخت کیا اور قیمت لا کر آنحضرت ﷺ کے سامنے ڈال دی۔ (سیر الصحابیات)

حضرت عثمانؓ نے بعد میں وہ حضرت علیؓ کو ہدیۃً واپس کر دی تھی۔ (تذکار صحابیات)

نکاح کا اعلان: حضور ﷺ نے حضرت انسؓ کو حکم دیا کہ جاؤ ابوبکرؓ، عمرؓ، عبدالرحمٰنؓ بن عوف اور دیگر مہاجرین وانصار کو بلا لاؤ۔

جب سب لوگ جمع ہو گئے تو حضور ﷺ خبر پہ تشریف لے گئے اور فرمایا: "گروہِ مہاجرین وانصار، ابھی جبرائیلؑ میرے پاس یہ اطلاع لے کر تشریف لائے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فاطمہؓ بنت محمد ﷺ کا علیؓ ابن ابی طالب سے نکاح کر دیا ہے اور مجھے حکم ہوا ہے کہ نکاح کی تجدید کر کے گواہان کے روبرو ایجاب وقبول کراؤں۔"

پھر حضور ﷺ نے خطبہ نکاح پڑھا اور حضرت علیؓ سے فرمایا: "میں نے چار سو مثقال مہر کے عوض فاطمہؓ کو تیرے نکاح میں دیا، کیا تجھے منظور ہے۔" حضرت علیؓ نے قبول کیا۔

پھر حضور ﷺ نے خیر و برکت کی دعا مانگی اور حضور ﷺ نے چھوہارے تقسیم فرمائے۔ (تذکارِ صحابیات)

نکاح کی تاریخ میں مؤرخین کا اختلاف: مشہور روایت کے مطابق حضرت فاطمہؓ جب 18 سال اور اگر 1 بعثت کو ان کا سالِ ولادت تسلیم کیا جائے تو پندرہ سال پانچ مہینے کی ہوئیں تو ذی الحج 2ھ میں (اور بعض کے مطابق محرم یا رجب میں) ان کا نکاح ہوا۔

کچھ مؤرخین کا خیال ہے کہ نکاح جنگِ احد کے بعد حضرت عائشہؓ کی رخصتی کے ساڑھے چار ماہ بعد ہوا۔ حضرت علیؓ کی عمر نکاح کے وقت 21 سال بتائی جاتی ہے۔ (تذکار صحابیات وسیر الصحابیات)

رخصتی: نکاح ہونے کے کچھ مدت بعد حضرت فاطمہؓ کی رخصتی ہوئی۔ حضرت علیؓ نے سرورِ کائنات ﷺ کے مکان سے کچھ فاصلہ پر ایک مکان کرایہ پر لیا۔ سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کی رخصتی اسی مکان میں ہوئی تھی۔

ایک دن حضرت علیؓ کے بھائی عقیلؓ بن ابی طالب ان کے پاس تشریف لائے۔ دونوں حضرات باہم مشورہ کے بعد ام ایمنؓ کے پاس تشریف لے گئے جو حضور ﷺ کی آزاد کردہ کنیز تھیں اور حضرت فاطمہؓ

کی رخصتی کی تجویز پیش کی۔ وہ ان دونوں کو ازواجِ مطہرات کے پاس لے گئیں اور پھر سب ازواج کے ہمراہ حضرت عائشہؓ کے گھر پہ جمع ہوئے۔

جب حضور ﷺ تشریف لائے تو حضرت ام سلمہؓ نے ترجمانی کی اور عرض کیا: "یارسول اللہ ﷺ، علیؓ کی خواہش ہے کہ ان کی زوجہ کو رخصت کر دیجئے۔"

حضور ﷺ نے رضامندی دے دی اور رخصتی کا انتظام فرمانے لگے۔

دعوت ولیمہ: حضور ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا: "دعوت ولیمہ بھی ہونی چاہیے۔" حضرت علیؓ نے مہر سے بچ جانے والی رقم سے ولیمہ کا انتظام کیا۔ حضرت سعدؓ نے اس غرض سے ایک بھیڑ ہدیۃً پیش کی۔ کچھ انصار نے بھی اس کام میں ہاتھ بٹایا۔ دستر خوان پہ پنیر، کھجور، نان، جو اور گوشت تھا۔

حضرت اسماءؓ سے روایت ہے کہ "یہ اس زمانے کا بہترین ولیمہ تھا۔" حضور ﷺ نے حضرت علیؓ کو حکم دیا "باہر جا کر جو بھی مسلمان ملے، اسے اندر لے آؤ۔" چنانچہ انصار و مہاجرین اس بابرکت دعوت میں شریک ہوئے۔

حضور ﷺ کی دعا: مہمانوں کے جانے کے بعد حضور ﷺ نے مٹی کا ایک پیالہ منگایا۔ اپنے دستِ مبارک اس میں ڈالے حضرت علیؓ کے سینہ اور بازوؤں پہ پانی چھڑکا پھر حضرت فاطمہؓ کو پاس بلایا۔ وہ شرم و حیا سے جھجکتی ہوئی حضور ﷺ کے پاس آئیں۔ آپ ﷺ نے ان پر بھی پانی چھڑکا، ان کا سر اپنے سینۂ مبارک پہ رکھا اور پیشانی پر بوسہ دیا۔ پھر فرمایا: "اے فاطمہؓ میں نے تمہاری شادی اپنے خاندان کے بہترین شخص سے کی ہے۔" اور حضرت علیؓ سے فرمایا: "پیغمبر کی بیٹی تمہیں مبارک ہو۔" پھر میاں بیوی، دونوں کے حقوق و فرائض بتائے اور خیر و برکت کی دعا دی۔

(بعض روایات کے مطابق یہ واقعہ حضرت فاطمہؓ کی رخصتی کے بعد ان کے گھر پہ پیش آیا۔)

اس کے بعد حضور ﷺ انہیں رخصت کرنے دروازے تک تشریف لائے۔ آپؓ دونوں ایک اونٹ پہ سوار ہوئے حضرت سلمان فارسیؓ نے نکیل پکڑی۔ حضرت اسماء بنتِ عمیس اور بعض روایتوں کے مطابق سلمیٰؓ ام رافعؓ یا اُم ایمنؓ حضرت فاطمہؓ کے ہمراہ گئیں۔

جہیز: حضرت فاطمہؓ کو حضور اکرم ﷺ کی طرف سے جو جہیز دیا گیا وہ بان کی چارپائی، دو چادریں، ایک پیالہ، چمڑے کا تکیہ جس کے اندر روئی کے بجائے کھجور کے پتے تھے۔ ایک مشکیزہ، دو مٹی کے گھڑے، ایک مشک اور دو چکیاں تھیں۔ آخری دو چیزیں عمر بھر ان کی رفیق رہیں۔

نئے مکان کی ضرورت: حضرت فاطمہؓ کا گھر کچھ فاصلے پر تھا۔ حضور ﷺ کو آنے جانے میں تکلیف ہوتی تھی۔ ایک دن حضور ﷺ نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا: "میں تمہیں دیکھنے کے لئے آتا ہوں۔ چاہتا ہوں کہ تمہیں اپنے قریب بلا لوں۔"

حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا "قرب و جوار میں حارثہ بن نعمانؓ کے بہت مکانات ہیں آپ ﷺ ان سے فرمائیے وہ کوئی نہ کوئی مکان خالی کر دیں گے۔" حارثہؓ بن نعمان ایک متمول انصاری تھے اور کئی مکانات کے مالک تھے۔ اس سے قبل وہ کئی مکانات حضور ﷺ کی نذر کر چکے تھے۔

لیکن حضور ﷺ نے فرمایا: کہ "وہ پہلے ہی کئی مکانات اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی کے لئے وقف کر چکے ہیں اور مجھے اس بات سے حیا آتی ہے کہ ان سے کوئی مکان خالی کرنے کے لئے کہوں۔"

آخر ہوتے ہوتے یہ بات حضرت حارثہؓ تک پہنچی کہ حضور ﷺ حضرت فاطمہؓ کو قریب بلانا چاہتے ہیں لیکن مکان نہیں مل رہا۔ حضرت حارثہؓ ڈرتے ڈرتے خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی "یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ حضرت فاطمہؓ کو قریب بلانا چاہتے ہیں۔ میرا مال و جان آپ ﷺ پر قربان! میں آپ ﷺ سے متصل مکان خالی کیے دیتا ہوں۔ مجھے یہ زیادہ محبوب ہے کہ میری کوئی چیز میرے بجائے آپ ﷺ کی خدمت میں رہے۔"

حضور ﷺ نے فرمایا: "تم سچ کہتے ہو۔ اللہ تمہیں خیر و برکت دے۔"

اس کے بعد حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ، حضورﷺ کے قریب منتقل ہو گئے۔ (تذکار صحابیات)

عادات وخصائل: حضرت فاطمہؓ کو رفتار و گفتار اور عادات وفضائل میں حضورﷺ سے کمال درجہ مشابہت تھی۔ آپؓ نہایت متقی، دین دار، صابر اور قانع تھیں۔ عبادت کثرت سے کرتیں اور اس کے ساتھ ساتھ گھر کے سب کام کاج بھی اپنے ہاتھوں سے کرتیں۔ چکی پیستے پیستے ہاتھوں میں چھالے پڑ جاتے۔ جھاڑو دیتے اور چولہا پھونکتے کپڑے میلے ہو جاتے۔ فقر و فاقہ کا یہ عالم تھا کہ کئی کئی وقت کے فاقے پڑ جاتے۔

ایک دفعہ آٹھ پہر کا فاقہ تھا۔ حضرت علیؓ کو کہیں سے مزدوری میں ایک درہم ملا۔ جس کے انہوں نے جو خرید ے۔ حضرت فاطمہؓ کو لا کر دیئے تو آپؓ نے چکی پیسی، روٹی پکائی اور حضرت علیؓ کے سامنے لا کر رکھی۔ جب وہ کھا چکے تو خود کھانے بیٹھیں۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں: ''مجھے اس وقت آقائے نامدارﷺ کا یہ قول مبارک یاد آیا کہ فاطمہؓ دنیا کی بہترین عورت ہے۔''

گو کہ یہ وہ زمانہ تھا جب فتوحات اسلام وسعت پذیر ہو رہی تھیں اور مدینہ میں بکثرت مالِ غنیمت آنا شروع ہو گیا تھا۔ اور بحکم الٰہی پانچواں حصہ حضورﷺ کے لئے مخصوص تھا۔ لیکن حضورﷺ سب راہِ خدا میں صرف فرما دیتے اور فقر و قناعت میں زندگی بسر فرماتے تھے۔

لونڈی کی ضرورت: ایک دن حضورﷺ کے پاس مالِ غنیمت میں کچھ لونڈیاں آئیں تو حضرت علیؓ نے فاطمہؓ سے کہا: ''فاطمہؓ! چکی پیستے پیستے تمہارے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے ہیں اور چولہا پھونکتے پھونکتے تمہارے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا ہے جاؤ اور سرکارِ دو عالمﷺ سے اپنی مدد کے لئے ایک لونڈی مانگ لاؤ۔''

حضرت فاطمہؓ خدمتِ عالی میں حاضر تو ہوئیں لیکن شرم کے مارے حرفِ مدعا زبان پہ نہ لا سکیں اور واپس ہو گئیں۔ حضرت علیؓ کو بتایا کہ مجھے حضورﷺ سے کنیز مانگنے کا حوصلہ نہیں پڑتا پھر دونوں میاں بیوی حضورﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یعنی مجبوری بتائی اور ایک لونڈی کے لئے درخواست کی۔ لیکن حضورﷺ نے منع فرما دیا اور فرمایا ''میں تمہیں خدمت گار کیسے دے دوں ابھی مجھے اصحاب صفہ کی خورد و نوش کا تسلی بخش انتظام کرنا ہے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسولﷺ کی خوشنودی کے لئے گھر بار چھوڑ دیا۔''

تسبیح فاطمہؓ: دونوں میاں بیوی خاموشی سے لوٹ آئے۔ رات کو حضورﷺ ان کے ہاں تشریف لائے اور فرمایا: ''تم جس چیز کے خواہش مند تھے اس سے بہتر ایک چیز بتاتا ہوں۔ ہر نماز کے بعد سبحان اللہ اور الحمد للہ 33,33 بار اور اللہ اکبر 34 بار پڑھا کرو۔''

سادگی اور فاقہ مستی: ایک دفعہ رسول اکرمﷺ حضرت فاطمہؓ کے ہاں تشریف لائے۔ دیکھا کہ وہ ایک پیوند زدہ اونٹ کی کھال کا لباس پہنے ہوئے تھیں اور آٹا گوندھ رہی تھیں۔ حضورﷺ یہ دیکھ کر آب دیدہ ہو گئے اور فرمایا: ''فاطمہؓ دنیا کی تکلیف کا صبر سے خاتمہ کر اور آخرت کی دائمی مسرت کا انتظار کر، اللہ تمہیں نیک اجر دے گا''

☆ حضرت ابوذر غفاریؓ کا بیان ہے کہ ایک بار وہ حضورﷺ کے حکم سے حضرت علیؓ کو بلانے گئے تو دیکھا کہ سیدہ فاطمہؓ جناب حسینؓ کو گود میں لئے چکی پیس رہی تھیں۔

☆ ایک بار مسجد نبویﷺ میں تشریف لائیں اور روٹی کا ایک ٹکڑا حضور اکرمﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضورﷺ نے پوچھا یہ کہاں سے آیا ہے؟'' سیدہ فاطمہؓ نے جواب دیا۔ ''تھوڑے سے جو پیس کر روٹی بنائی تھی، بچوں کو کھلا رہی تھی کہ خیال آیا آپﷺ کو بھی پیش کروں۔ یا رسول اللہﷺ! یہ روٹی ہمیں تیسرے وقت نصیب ہوئی ہے۔'' حضورﷺ نے روٹی تناول فرمائی اور کہا ''اے میری بیٹی! چار وقت کے بعد یہ پہلا ٹکڑا ہے جو تیرے باپ کے منہ میں پہنچا ہے۔''

☆ ایک دفعہ دوپہر کے وقت رسول کریمﷺ بھوک کے گھر سے نکلے حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ ملے وہ بھی بھوکے تھے۔ جب حضرت ابوایوب انصاری کے کھجوروں کے باغ میں پہنچے تو انہوں نے کھجوروں کا

ایک خوشہ توڑ کر پیش کیا پھر بکری ذبح کی اور کھانا تیار کر کے پیش کیا۔

رسول کریم ﷺ نے ایک روٹی پہ تھوڑا سا گوشت رکھ کر فرمایا:

''یہ فاطمہؓ کو بھجوادو انہیں کئی دن سے فاقہ ہے۔''

☆ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت علیؓ نے ساری رات ایک باغ سینچا، اجرت سے جو خریدے، حضرت فاطمہؓ نے تھوڑے سے پیس کر روٹی پکائی، عین اس وقت ایک مسکین نے دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا ''میں بھوکا ہوں۔'' سیدہ فاطمہؓ نے کھانا اسے دے دیا۔ دوبارہ جو پیسے، کھانا تیار کیا تو ایک یتیم نے اور پھر ایک قیدی نے دروازہ کھٹکھٹایا اور ہر بار انہوں نے کھانا راہِ خدا میں دے دیا۔ غرض سب اہلِ خانہ نے اس دن فاقہ کیا۔ اللہ کو ان کی یہ ادا اس قدر پسند آئی کہ قرآن میں فرمایا:

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ۝

اور وہ اللہ کی محبت میں مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔

اس طرح کے متعدد واقعات کا ذکر اہلِ سیر نے اپنی کتب میں کیا ہے۔ اس کے باوجود سیدہؓ نے کبھی قناعت اور استغنا کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا، ہمیشہ صبر اور استقامت کا مظاہرہ کیا۔

☆ امام حسنؓ سے روایت ہے کہ ''میں نے اپنی ماں کو شام سے صبح تک عبادت کرتے اور اللہ کے آگے گریہ وزاری کرتے دیکھا لیکن انہوں نے کبھی دعاؤں میں اپنے لئے کوئی درخواست نہ کی۔''

غزوۂ احد: جنگ احد میں ابن قیمہ کے پتھر سے نبی اکرم ﷺ کی پیشانی مبارک زخمی ہوگئی اور عتبہ کے پتھر سے دندان مبارک شہید ہوگئے۔ حضرت فاطمہؓ دوسری خواتین کے ہمراہ روتی ہوئی میدانِ احد پہنچیں، حضور ﷺ کو زندہ سلامت دیکھ جان میں جان آئی لیکن زخم دیکھ کر سخت غمزدہ ہوئیں۔ وہ حضور ﷺ کے زخموں کو دھوتی جاتیں لیکن خون نہ تھمتا۔ آخر کھجور کی چٹائی جلا کر زخم میں بھری تو خون تھما۔

حضور ﷺ کی حضرت فاطمہؓ سے محبت: رسول کریم ﷺ کو فاطمۃ الزہراؓ سے بے حد محبت تھی۔ ایک دفعہ حضرت علیؓ نے غورا بنت ابی جہل سے نکاح کا ارادہ کیا۔ سیدہ فاطمہؓ سخت غمزدہ ہوئیں۔ نبی کریم ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور یہ خبر سن کر غمزدہ ہوئے۔ اُدھر غورا کے سرپرست بھی حضور ﷺ کے پاس اس نکاح کی اجازت کے لئے آئے۔ سرور کائنات ﷺ مسجد نبوی میں تشریف لائے اور منبر پہ جا کر فرمایا: ''آل ہشام، علیؓ سے اپنی لڑکی کا عقد کرنا چاہتے ہیں اور مجھ سے اجازت طلب کرنے آئے ہیں۔ لیکن میں کبھی اجازت نہ دوں گا۔ فاطمہؓ میرے جسم کا ٹکڑا ہے جس نے اس کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی، جس نے اس کو دکھ پہنچایا، اس نے مجھے دکھ پہنچایا۔ میں حلال کو حرام نہیں کرنا چاہتا لیکن خدا کی قسم! اللہ کے رسول ﷺ کی بیٹی اور دشمن خدا کی بیٹی دونوں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں۔''

حضور ﷺ کی ناراضگی دیکھ کر حضرت علیؓ نے فوراً نکاح کا ارادہ ترک کر دیا اور حضرت فاطمہؓ کی زندگی تک دوسرے نکاح کا خیال تک دل میں نہ لائے۔

☆ آنحضرت ﷺ کو بیٹی کی طرح اپنے نواسوں سے بھی بے حد لگاؤ تھا۔ آپ ﷺ ان کو بوسہ دیتے اور اپنے کندھوں پہ اُٹھاتے۔

☆ حضرت علیؓ سے فرمایا: ''تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو۔''

رونے اور ہنسنے کا راز: مشہور روایت کے مطابق حضرت فاطمہؓ کی عمر جب انتیس (29) برس کی تھی تو رسالت مآب ﷺ مرض الموت میں مبتلا ہوئے۔ وصال مبارک سے چند روز پہلے آنحضرت ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کو بلا بھیجا۔ حضرت فاطمہؓ اس وقت آپ ﷺ کی واحد زندہ اولاد تھیں۔ وہ بھی سخت صدمے سے دوچار تھیں۔ غرض جب وہ تشریف لائیں تو حضور ﷺ نے ان کے کان میں کچھ باتیں کیں، وہ رونے لگیں۔ پھر دوبارہ کان میں کچھ کہا تو ہنس پڑیں۔

جب چلنے لگیں تو حضرت عائشہؓ نے رونے اور ہنسنے کی وجہ دریافت کی۔ سیدہ فاطمہؓ نے فرمایا: ''جو بات حضور ﷺ نے اخفاء رکھی، میں اسے ظاہر نہ کروں گی۔''

رسول ﷺ کی رحلت کے بعد ایک دن حضرت عائشہؓ اور بعض روایتوں کے متعلق ام سلمہؓ نے حضرت فاطمہؓ سے اس دن کی تفصیل پوچھی۔ حضرت فاطمہؓ نے فرمایا: ''پہلی مرتبہ حضور ﷺ نے فرمایا تھا

کہ میں اسی مرض میں انتقال کروں گا، تو میں رونے لگی۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا تم اہل بیت میں سب سے پہلے مجھ سے آن ملو گی اور تم جنت کی عورتوں کی سردار ہوگی" تو اس بات سے مجھے خوشی ہوئی او ریں ہنسنے لگی۔ (بخاری، جلد2، ص638)

حضرت فاطمہؓ کا اضطراب: رحلت سے قبل جب حضور ﷺ پر بار بار غشی طاری ہوئی تو حضرت فاطمہؓ بے چین ہوگئیں اور شدت غم سے بول اٹھیں "واکرب اباہ" (ہائے میرے والد کی بے چینی!) آپ ﷺ نے فرمایا "بیٹی! آج کے بعد تمہارا باپ بے چین نہ ہوگا۔" (بخاری شریف، ج2، ص641)

آپ ﷺ کی رحلت سے حضرت فاطمہؓ پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔

☆ اسد الغابہ میں لکھا ہے "آپ ﷺ کے بعد جب تک زندہ رہیں کبھی تبسم نہ فرمایا"۔

مسئلہ میراث: حضور ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی میراث کا مسئلہ پیش آیا۔ حضرت عباسؓ، حضرت علیؓ، ازواج مطہراتؓ میراث کے مدعی تھے۔ حضرت فاطمہؓ کا بھی ایک قائم مقام موجود تھا۔

فدک ایک موضع تھا جو حضور ﷺ نے نصف پیداوار پہ کاشت کے لئے کچھ لوگوں کو دے رکھا تھا۔ آپ ﷺ کچھ اپنے اہل پہ اور باقی سب مسافروں اور غرباء میں تقسیم فرما دیتے۔ کسی نے حضرت فاطمہؓ کو بتایا کہ فدک آپ ﷺ کی ذاتی ملکیت تھا اور اب آپؓ اس کی وارث ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس وراثت کا دعویٰ کیا۔ چونکہ آپ ﷺ کی جائیداد خالصہ جائیداد تھی اور اس میں قانون وارثت جاری نہیں ہوسکتا تھا۔ اس لئے حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: "میں رسول ﷺ اللہ کے اعزہ کو اپنے اعزہ سے زیادہ محبوب رکھتا ہوں لیکن دقت یہ ہے کہ خود آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ "انبیاء جو ترکہ چھوڑتے ہیں وہ تمام کا تمام صدقہ ہوتا ہے اور اس میں وراثت جاری نہیں ہوتی" اس بنا پر میں اس کو کیوں کر تقسیم کرسکتا ہوں۔ البتہ آنحضرت ﷺ کی زندگی میں اہل بیت جس حد تک استفادہ کرتے تھے وہ اب بھی کرسکتے ہیں۔"

اس جواب سے حضرت فاطمہؓ کو رنج پہنچا۔ لیکن ایک روایت کے مطابق جب آپؓ بیمار ہوئیں اور حضرت ابوبکر صدیقؓ عیادت کے لئے تشریف لے گئے تو آپؓ نے انہیں مکان کے اندر آنے کی اجازت دی اور اپنی رنجش دور کردی۔" (بخاری، ج2، ص609)

وفات: رسول اللہ ﷺ کی جدائی کا حضرت فاطمہؓ کو بہت صدمہ تھا۔ وہ ہر وقت دل گرفتہ رہتیں۔ حضور ﷺ کے وصال کے چھ ماہ بعد ہی 3 رمضان 11ھ کو مشہور روایت کے مطابق 29 برس کی عمر میں وفات پائی اور حضور ﷺ کی پیش گوئی سچی ثابت ہوئی۔

اختلاف: چونکہ آپؓ کے سن ولادت میں اختلاف ہے اس لئے وفات کے وقت آپؓ کی عمر کیا تھی، اس میں بھی اختلاف ہے۔

☆ زرقانی نے بھی لکھا ہے کہ 29 سال والی روایت زیادہ صحیح ہے۔ اگر دوسری روایتوں کا لحاظ کیا جائے تو ایک روایت میں 25 سال اور ایک دوسری روایت میں 30 سال مذکور ہے۔ لیکن زیادہ درست اس روایت کو مانا جاتا ہے کہ آپؓ نبوت سے پانچ سال قبل پیدا ہوئیں اور وفات کے وقت حضرت فاطمہؓ کی عمر 29 سال تھی۔

تجہیز و تکفین: وفات سے پہلے حضرت اسماءؓ بنت عمیس کو بلا بھیجا اور فرمایا "میرا جنازہ لے جاتے وقت اور تدفین کے وقت پردہ کا پورا لحاظ رکھنا۔ سوائے اپنے اور میرے شوہر کے کسی سے مدد نہ لینا اور نہ ہی تدفین کے وقت زیادہ ہجوم، ہونے دینا۔"

اس سے پیشتر مرد و عورت کا جنازہ کھلا ہوا ہوتا تھا۔ لیکن حضرت فاطمہؓ کے مزاج میں بہت زیادہ شرم وحیا تھی اس لئے انہوں نے اس کو ناپسند کیا۔ حضرت اسماء نے کہا، "یا بنت رسول ﷺ! میں نے حبش میں دیکھا ہے کہ جنازے پر ڈولے کی صورت میں پردہ ڈال دیتے ہیں۔ آپؓ کہیں تو طریقہ پیش کروں۔" چنانچہ انہوں نے کھجور کی چند شاخیں منگوائیں اور ان پر کپڑا تانا، حضرت فاطمہؓ بے حد مسرور ہوئیں اور اسے پسند فرمایا۔

حضرت فاطمہؓ کا جنازہ اسی طریقہ سے اُٹھایا گیا۔

(اسد الغابہ، ج5، ص524)

جنازہ میں بہت کم لوگوں کو شرکت کا موقع ملا کیونکہ آپؓ کی وفات رات کے وقت ہوئی اور ان کی وصیت کے مطابق رات ہی کو دفن کیا گیا۔

نماز جنازہ اور قبر: نماز جنازہ حضرت عباسؓ نے پڑھائی۔ حضرت علیؓ، حضرت عباسؓ اور حضرت فضلؓ بن عباسؓ نے قبر میں اتارا۔

☆ اس بات میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ آپؓ کی قبر مبارک کہاں ہے بعض کا خیال کہ وہ جنت البقیع میں حضرت امام حسنؓ کے مزار کے پاس دفن ہیں۔ ابن زبالہ اور مؤرخ مسعودی سے اسی قسم کی تصریح موجود ہے۔ لیکن طبقات کی متعدد روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دار العقیل میں دفن ہیں۔ (طبقات، ج8، ص20)

آج متفقہ طور پر حضرت فاطمہؓ کی قبر دار العقیل ہی سمجھی جاتی ہے۔

اولاد: حضرت فاطمہؓ کی چھ اولادیں ہوئیں۔ حضرت امام حسنؓ، حضرت امام حسینؓ، محسنؓ، ام کلثومؓ، زینبؓ اور رقیہؓ۔ حضرت محسنؓ اور رقیہؓ نے بچپن ہی میں وفات پائی جبکہ حضرت امام حسنؓ، حضرت امام حسینؓ، حضرت زینبؓ اور ام کلثومؓ اہم واقعات کے لحاظ سے تاریخ میں مشہور ہیں۔

☆ حضرت فاطمہؓ کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ صرف آپؓ سے ہی حضور ﷺ کی نسل باقی رہی۔

فضلیت و مرتبہ: ایک مرتبہ صحابہ کرامؓ نے رسول کریم ﷺ سے پوچھا کہ عورتوں میں کس کا درجہ بلند ہے۔ آپ ﷺ نے زمین پر چار خط کھینچے اور فرمایا: "مریمؑ، خدیجہؓ، آسیہؑ اور فاطمہؓ کا۔"

☆ رسول اکرم ﷺ نے آپؓ کو جنت کی عورتوں کی سردار فرمایا:

☆ ایک دفعہ کسی نے آپؓ سے پوچھا، چالیس اونٹوں کی زکوٰۃ کیا ہے؟ آپؓ نے فرمایا "تمہارے لئے صرف ایک اونٹ اور میرے لئے ہے کہ میں سارے اونٹ ہی دے دوں۔"

☆ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں "میں نے فاطمہؓ سے زیادہ کسی کو صاف گو نہیں دیکھا۔ البتہ ان کے والد ﷺ اس سے مستثنیٰ ہیں۔"

(استیعاب، ج2، ص772)

آنحضرت ﷺ حضرت فاطمہؓ سے نہایت محبت رکھتے تھے۔ آپ ﷺ کا معمول تھا جب کبھی سفر فرماتے تو سب سے آخر میں حضرت فاطمہؓ کے پاس جاتے اور سفر سے واپس تشریف لاتے تب بھی سب سے پہلے حضرت فاطمہؓ سے ملتے۔

☆ حضرت فاطمہؓ جب بھی آپ ﷺ کی خدمت میں تشریف لاتیں تو آپ ﷺ کھڑے ہو جاتے، ان کی پیشانی چومتے اور اپنی نشست سے ہٹ کر اپنی جگہ پر بٹھاتے۔

خانگی امور: حضرت فاطمہؓ اپنے گھر کے سب کام کاج اپنے ہاتھوں سے انجام دیتیں۔ حتیٰ کہ چکی پیسنے سے ہاتھوں پہ چھالے اور مشک سے پانی بھرنے سے سینے پہ گٹے پڑ گئے تھے۔ فقر وغنا کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ قبیلہ بنوسلیم کا ایک ضعیف آدمی مسلمان ہوا، جو بہت نادار بھی تھا۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو اس کی مدد کرنے کا حکم دیا۔ حضرت سعد بن عبادہؓ نے اپنی اونٹنی اسے دے دی۔ حضرت سلمان فارسی اسے کھانا کھلوانے لے کر چلے لیکن کسی بھی گھر سے کچھ نہ ملا سیدہ فاطمہؓ کا دروازہ کھٹکھٹایا تو آپؓ نے بھی فرمایا "اے سلمانؓ قسم ہے ذات پاک کی آج ہم سب کو تیسرا فاقہ ہے، بچے بھی بھوکے سوئے ہیں لیکن میں سائل کو خالی ہاتھ نہ جانے دوں گی۔ جاؤ میری یہ چادر شمعون یہودی کے پاس گروی رکھ کر تھوڑی سی جنس لے لو۔"

حضرت سلمانؓ نے جب یہودی کو چادر لا کر دی تو وہ حیران رہ گیا اور پکار اُٹھا "اے سلمانؓ! خدا کی قسم یہ تو وہ لوگ ہیں جن کی خبر توریت میں دی گئی ہے۔ گواہ رہنا میں فاطمہؓ کے باپ پر ایمان لایا۔" غلہ بھی دیا اور چادر بھی واپس بھیج دی۔ سیدہ فاطمہؓ نے اناج پیسا اور اعرابی کے لئے روٹی بنائی اور حضرت سلمانؓ کو دے دی۔ انہوں نے کہا "کچھ بچوں کے لئے رکھ لیجیے۔" جواب دیا "سلمانؓ جو چیز خدا کی راہ میں دے دی وہ میرے بچوں کے لئے جائز نہیں۔ حضرت سلمانؓ نے سارا ماجرا حضور ﷺ سے بیان کیا تو آپ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا:

"بارالٰہا فاطمہؓ تیری کنیز ہے اس سے راضی رہنا۔"

☆ حضور ﷺ ہمیشہ حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کے تعلقات میں خوشگواری کے لئے کوشش فرماتے۔ کبھی باہم کوئی رنجش ہوجاتی تو آپ ﷺ دونوں میں صلح کرادیتے۔ ایک مرتبہ ایسا ہی اتفاق ہوا اور آپ ﷺ ان کے گھر سے نہایت مسرور نکلے تو لوگوں نے پوچھا آپ ﷺ گھر میں گئے تھے تو اور حالت تھی اور اب آپ ﷺ اس قدر خوش ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا "میں نے ان دو شخصوں میں مصالحت کرادی جو مجھ کو محبوب تر ہیں۔"

☆ آپؓ حد درجہ حیادار تھیں۔ ایک دفعہ آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے تو دیکھا کہ ناداری کے باعث اس قدر چھوٹی اوڑھنی ہے کہ سر ڈھانکتی ہیں تو پاؤں برہنہ ہوجاتے اور پاؤں چھپاتیں تو سر کھل جاتا۔

☆ حضور ﷺ اس کے باوجود ان کو زیب و آرائش کی کوئی چیز نہ خود دیتے اور نہ ہی یہ پسند فرماتے کہ کسی دوسرے کے ذریعے سے ان کو ملے۔ ایک دفعہ حضرت علیؓ نے انہیں سونے کا ایک ہار دیا۔ آپ ﷺ کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ "کیوں فاطمہؓ! کیا لوگوں سے کہلوانا چاہتی ہو کہ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی آگ کا ہار پہنتی ہے" حضرت فاطمہؓ نے فوراً اس ہار کو بیچ دیا اور اس کی قیمت سے ایک غلام کو خرید کر آزاد کردیا۔

☆ ایک دفعہ آپ ﷺ کسی غزوہ سے تشریف لائے۔ حضرت فاطمہؓ نے بطور خیر مقدم کے گھر کے دروازہ پر رنگین پردہ لٹکایا اور حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو چاندی کے کنگن پہنائے، آپ ﷺ حسب معمول تشریف لائے لیکن دنیوی آرائش دیکھ کر لوٹ گئے حضرت فاطمہؓ کو معلوم ہوا تو پردہ چاک کردیا اور بچوں کے ہاتھ سے کنگن نکال ڈالے۔ بچے آپ ﷺ کی خدمت میں روتے ہوئے آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ میرے اہل بیت ہیں، میں نہیں چاہتا کہ زخاف سے آلودہ ہوں۔ اس کے بدلے فاطمہؓ کے لئے عصیب کا ہار اور ہاتھی دانت کے کنگن خرید لاؤ۔ (یہ تمام واقعات، ابوداؤد اور نسائی میں مذکور ہیں)

☆ ایک مرتبہ آپؓ نہایت علیل تھیں۔ پھر بھی رات بھر عبادت کرتی رہیں۔ صبح جب حضرت علیؓ مسجد میں تشریف لائے تو نماز کے لئے کھڑی تھیں جب واپس گئے تو چکی پیس رہی تھیں۔ انہوں نے کہا "اے رسول اللہ ﷺ کی بیٹیؓ! اتنی مشقت نہ کرو۔ کچھ آرام کرلو، کہیں زیادہ بیمار نہ پڑ جاؤ۔" تو فرمانے لگیں "اللہ کی عبادت اور آپؐ کی اطاعت مرض کا بہترین علاج ہے اگر ان میں سے کوئی موت کا باعث بن جائے تو میری خوش نصیبی ہوگی۔"

فضل وکمال: حضرت فاطمہؓ سے کتب حدیث میں 18 روایتیں منقول ہیں جن کے راوی حضرت علیؓ، حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت کلثومؓ، حضرت سلمیٰؓ، ام رافعؓ اور حضرت انسؓ بن مالکؓ جیسے جلیل القدر صحابی اور صحابیات ہیں۔

دعائے مغفرت

(1) بکھر بار سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی اور دارالعرفان کے ملازم شوکت حیات کے والد محمد حیات

(2) مانسہرہ سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی عمر الرحمان کے والد

(3) مانسہرہ سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی حافظ ولی الرحمان کی اہلیہ

(4) لکی مروت سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی ڈاکٹر زاہد نور

(5) جھنگ سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد زاہد خاں کے والد

(6) جھنگ سٹی سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی چوہدری محمد اشرف

(7) جوہر آباد سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی چوہدری محمد اسلم میو کے والد

(8) لاہور سے سلسلہ عالیہ کی ساتھی سارہ کی والدہ

(9) لاہور سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی عبدالرحمن کی اہلیہ

(10) لاہور سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی قاری احمد یار

(11) ڈسکہ سیالکوٹ سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد اسلم فرنیچر والے کے والد

(12) خانیوال سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد نعیم جان کی اہلیہ

(13) کراچی سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی طارق اقبال کی والدہ

(14) چیچہ وطنی سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی شاہنواز کی والدہ

وفات پاگئے ہیں۔ ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست کی جاتی ہے۔

در معنیٰ این کہ سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراؓ اُسوۂ کاملہ ایست

حضرت فاطمہ الزہراؓ کی مدح میں علامہ اقبالؒ نے فارسی میں ایک نظم لکھی ہے جس کا عنوان اُوپر درج ہے۔ وہ خوبصورت نظم اور اُس کا ترجمہ پیش خدمت ہے۔

مریم از یک نسبتِ عیسیٰؑ عزیز
از سہ نسبت حضرتِ زہراؓ عزیز

ترجمہ: حضرت مریمؑ صرف ایک نسبت سے کہ وہ حضرت عیسیٰؑ کی والدہ تھیں معزز ہیں۔ جبکہ حضرت فاطمۃ الزہراؓ تین نسبتوں سے معزز ہیں۔

نورِ چشمِ رحمۃٌ للعالمینؐ
آں امامِ اولین و آخرین

ترجمہ: پہلی نسبت یہ ہے کہ آپؓ رحمۃ العالمین ﷺ کی آنکھوں کا نور ہیں۔ آپ ﷺ کی لختِ جگر ہیں جو پہلوں اور بعد میں آنے والوں کے امام ہیں۔

آں کہ جاں در پیکر گیتی دمید
روزگار تازہ آئیں آفرید

ترجمہ: وہ ہستی ﷺ جن کی وجہ سے اس کائنات میں جان ڈالی گئی، جنہوں نے مردہ معاشرے میں زندگی کی لہر دوڑا دی اور جس نے زمانے کو تازہ آئین اور قانون دیا۔

بانوے آں تاجدارِ ھَل اَتیٰ
مرتضیٰ مشکل کشا شیرِ خدا

ترجمہ: دوسری نسبت یہ کہ آپؓ سورۃ الدھر کے تاجدار حضرت علیؓ (جن کی تعریف میں سورۃ دھر میں آیات نازل ہوئی ہیں) اور جن کو دنیا مرتضیٰ، مشکل کشا اور شیر خدا کے لقب سے جانتی ہے کی زوجہ محترمہ ہیں۔

بادشاہ و کلبۂ ایوانِ او
یک حسام و یک زرہ سامانِ او

ترجمہ: وہ علیؓ جو بادشاہ ہونے کے باوجود ایک جھونپڑی میں رہائش پذیر تھے اور جن کا کل اثاثہ ایک تلوار اور ایک زرہ تھی۔

مادرِ آں مرکزِ پرکارِ عشق
مادر آں کارواں سالارِ عشق

ترجمہ: تیسری نسبت یہ کہ وہ اس ہستیؓ حضرت حسنؓ کی والدہ ہیں جو عشق کا مرکز اور قافلہ عشق کے سالار ہیں۔

آں یکے شمعِ شبستانِ حرم
حافظ جمعیتِ خیرُ الامم

ترجمہ: وہؓ جو حرم کے چراغوں میں سے ایک چراغ ہیں اور تمام امتوں میں سے بہترین امت کے محافظ ہیں۔

تا نشیند آتشِ پیکار و کیں
پشتِ پازد بر سرِ تاج و نگیں

ترجمہ: جنہوںؓ نے تاج وتخت کو امت میں جنگ و جدل اور فساد کو روکنے کے لئے پاؤں کی ٹھوکر سے ٹھکرا دیا۔

واں دگر مولائے ابرارِ جہاں
قوتِ بازوئے احرارِ جہاں

ترجمہ: یہ حضرت حسینؓ کی بھی والدہ ہیں جو تمام دنیا کے نیکوں کے سردار ہیں اور دنیا کے آزاد لوگوں کا قوت بازو ہیں۔

در نوائے زندگی سوز از حسینؓ
اہل حق حریت آموز از حسینؓ

ترجمہ: جس طرح ہر ساز اور ہر لے میں ایک سوز اور نغمگی ہوتی ہے اسی طرح زندگی میں بھی سوز حضرت حسینؓ سے ہے۔ اہل حق آزادی کا سبق آپؓ ہی سے لیتے ہیں۔

سیرتِ فرزند ہا از اُمہات
جوہر صدق وصفا از اُمہات

ترجمہ: ماؤں کی گود میں ہی بیٹوں میں اعلیٰ صفات جنم لیتی ہیں، سچائی اور خلوص جیسی اقدار ماؤں کی تربیت سے ہی پیدا ہوتی ہیں۔

مزرعِ تسلیم را حاصل بتولؓ
مادراں را اسوۂ کامل بتولؓ

ترجمہ: ہرحال میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے آگے سرِتسلیم خم کردینے والی اور ماؤں کے لئے کامل نمونہ حضرت بتولؓ ہیں۔

بہرِ محتاجے دلش آں گونہ سوخت
بایہودے چادرِ خود را فروخت

ترجمہ: آپؓ کا دل محتاج کے لیے اتنا دکھتا تھا کہ ایک (نومسلم) ضرورت مند کو کھانا کھلانے کے لیے جب گھر میں کچھ نہ ملا تو اپنی چادر مبارک بھی یہودی کو فروخت کردی۔

نوری و ہم آتشی فرمانبرش
گم رضایش در رضائے شوہرش

ترجمہ: اگرچہ نوری (فرشتے) اور ناری (جن) مخلوق آپ کے حکم کی تعمیل کرتی تھیں لیکن آپؓ اپنے شوہر کی رضا کی جویا رہتی تھیں۔ اپنی رضا کو ان کی رضا میں گم کردیا تھا۔

آن ادب پروردۂ صبر و رضا
آسیا گردان ولب قرآں سرا

ترجمہ: آپؓ نے صبر ورضا کا ادب (طریقہ) سیکھتے ہوئے ایسے پرورش پائی تھی کہ ہاتھ چکی چلا رہے ہوتے تھے اور ہونٹوں پر قرآن کی تلاوت جاری رہتی تھی۔

گریہ ہای او ز بالیں بے نیاز
گوہر افشاندے بدامانِ نماز

ترجمہ: آپؓ کے آنسو تکیہ سے بے نیاز تھے وہ تو بوقت نماز ہی موتیوں کی طرح بہتے رہتے تھے۔

اشکِ او برچید جبریلؑ از زمیں
ہمچو شبنم ریخت بر عرش بریں

ترجمہ: آپؓ کے آنسو حضرت جبرئیلؑ زمین سے اٹھالیتے تھے اور شبنم کی طرح عرش بریں پر برساتے تھے۔

رشتۂ آئین حق زنجیر پاست
پاس فرمانِ جناب مصطفیٰ ﷺ است

ترجمہ: رب کائنات کے قانون نے میری پاؤں میں بیڑیاں ڈال دی ہیں اور حضرت محمد ﷺ کے حکم کا مجھے پاس ہے۔

ورنہ گردِ تربتش گردیدمے
سجدہ ہا برخاک او پاشیدمے

ترجمہ: ورنہ آپؓ کی مزار مبارک کے گرد چکر لگاتا (طواف کرتا) اور اپنے سجدوں کو ان کی مٹی (قبر) پر نچھاور کرتا۔

بچوں کا صفحہ

قسط نمبر 11

خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ع خان، لاہور

بہت پیارے بچو! آپ نے پچھلے ماہ غزوہ بدر کے بارے میں پڑھا کہ غزوۂ بدر میں صحابہ کرامؓ جس قوت ایمانی سے لڑے اور اللہ کریم نے خوش ہوکر مسلمانوں کو ایک عظیم فتح سے ہم کنار کیا۔ اس پہ کفار سخت رنجیدہ تھے۔ انہیں یقین ہی نہ آتا تھا کہ اُن سے اتنی کم تعداد والا لشکر، جس کے پاس مناسب ہتھیار بھی نہ تھے، وہ اُن سے جیت کس طرح گیا! یہ تو انہیں معلوم ہی نہ تھا کہ ایک مسلمان جب اللہ کریم پہ بھروسہ کرتے ہوئے خالصتاً اللہ کریم کے لئے جنگ کرتا ہے تو اُسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی مدد ملتی ہے کہ وہ دس کافروں پر بھی بھاری ہو جاتا ہے۔

بہرحال مکہ مکرمہ میں رہنے والے کافر سخت صدمہ میں تھے اور انہوں نے اپنی شکست کا بے حد سوگ منایا۔

ابولہب کی موت:

مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن ابولہب کی موت بھی اُن ہی دنوں واقع ہوئی۔ ہوا یوں کہ ابولہب حرم میں بیٹھا ہتھیار تیز کروا رہا تھا جب ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور اُس نے مسلمانوں کی فتح کی خبر سنائی۔ پاس ہی ایک صحابی بھی بیٹھے تھے جو مسلمان ہو چکے تھے لیکن انہوں نے ابھی کھل کر اپنے اسلام لانے کی خبر نہ دی تھی، اُن کے منہ سے بے ساختہ نکل گیا "الحمد للہ"۔ ابولہب جو پہلے ہی سخت صدمے کی کیفیت میں تھا اس بات پہ بہت زیادہ غصے میں آ گیا اور اس نے ایک نیزہ اٹھا کر زور سے ان کے گھٹنے پہ مارا۔ اللہ کریم کا غضب دیکھیے کہ عین اس جگہ ابولہب کے گھٹنے پہ پھوڑا نکل آیا، جس میں لمحوں میں پیپ پڑ گئی۔ یوں سمجھیں کہ شدید انفیکشن پھیل گیا جس کی وجہ سے اُس کے جسم سے اس قدر بدبو آتی تھی کہ اُسے الگ مکان میں منتقل کر دیا گیا۔ کوئی شخص اُس کے قریب نہیں جاتا تھا اور اُسی حالت میں وہ ایک ہفتے کے بعد ہی مر گیا۔ قریش کے اتنے بڑے سردار اور مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن کی موت کے بعد قبر بھی نصیب نہ ہوئی۔ لوگ اس کی لاش کے قریب بھی نہ جاتے تھے۔ آخر مرنے کے تیسرے دن شدید بدبو پھیل جانے کی وجہ سے اُس کا کمرہ اُس پہ گرا دیا گیا اور وہ اندر ہی دب کر رہ گیا۔

مدینہ اور گردونواح پہ مسلمانوں کی فتح کا اثر:

مدینہ منورہ اور گردونواح کے علاقے میں رہنے والے لوگوں پہ غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی فتح کا بہت اثر پڑا۔ بہت سے یہودی مسلمان ہو گئے اور جو دل سے مسلمان نہ ہوئے انہوں نے بھی خائف ہو کر بظاہر کہہ دیا کہ ہم مسلمان ہیں۔

بچو! ایسا شخص جو دل سے مسلمان نہ ہو اور بظاہر مسلمان بنا ہوا ہو اُسے منافق کہتے ہیں، اور منافق سے اللہ کریم سخت ناراض ہوتے ہیں۔ کافروں سے بھی زیادہ سخت سزا منافق کی ہے۔

تو ہم بات کر رہے تھے مسلمانوں کی فتح کی، مسلمان اپنی اس فتح پہ بہت خوش تھے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر رہے تھے۔

اب اردگرد کے لوگ بھی مدینہ منورہ کو ایک ریاست کے طور پر تسلیم کرنے لگے اور جو لوگ یہ سمجھتے تھے کہ یہ دو چار مسلمان چند دنوں کے لئے اکٹھے ہو بیٹھے ہیں وہ بھی اب مسلمانوں سے رعب کھانے لگے۔

حضرت رقیہؓ کا انتقال:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت رقیہؓ کی شادی حضرت عثمانؓ سے ہوئی تھی۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ بدر کے لئے روانہ ہوئے تو اس وقت وہ بہت بیمار تھیں۔ (بقیہ صفحہ نمبر 50 پر)

کمال نسبتِ اویسیہ

تحریر و تحقیق: نوید اشرف

گذشتہ سے پیوستہ

حضور ﷺ کی بیعت کے لیے حضرت شیخ المکرم مولانا اکرم اعوان مدظلہ العالی کی طرف راہنمائی:

راقم الحروف ناکارہ روزگار سال 2005 میں سنت اعتکاف کے لیے دارالعرفان منارہ ضلع چکوال موجود تھا۔ اُدھر ایک اور معتکف حافظ محمد صدیق جو کہ فیصل آباد کے رہائشی ہیں سے ملاقات ہوئی حافظ صاحب کی روداد انہی کے زبانی سنتے ہیں۔" میرا چھوٹا بھائی عبدالرشید اعوان جو کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ میں حضرت شیخ المکرم مولانا اکرم اعوان مدظلہ العالی سے بیعت تھا۔ اس سے اکثر ذکر اللہ کے حوالہ سے جھگڑا ہوجاتا تھا۔ میں مختلف عملیات کرتا تھا اور ایک عامل تھا۔ ایک روز مغرب اور عشاء کے درمیان کا وقت تھا کہ آنحضرت ﷺ کی زیارت ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مولانا اکرم اعوان کی بیعت کر۔ میں چونکہ اہلِ حدیث تھا میں نے عرض کی میرے مرشد تو آپ ﷺ ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا میں بھی آپ سے بیعت لوں گا پہلے آپ ان سے (مولانا اکرم اعوان مدظلہ) سے بیعت کریں۔ بندہ چونکہ رفع یدین کرتا تھا میں نے کہا کہ مولانا اکرم اعوان تو رفع یدین نہیں کرتے اس پر آپ ﷺ نے فرمایا وہ ہمارے اپنے ہیں آپ ان کا نام ادب سے لیں تو میں نے عرض کیا کہ میانوالی کی زبان ہے آپ ﷺ تو جانتے ہیں میں نہ تو ان کا نام بے ادبی سے لے رہا ہوں نہ ہی گستاخی کررہا ہوں میری زبان ہی ایسی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا ٹھیک ہے اور یہ معاملہ ختم ہوگیا۔

حافظ صاحب فرماتے ہیں میں نے جب حضرت شیخ المکرم مولانا اکرم اعوان مدظلہ العالی کا یہ مقام دیکھا تو میں نے اس کے بعد نہ کبھی رفع یدین کیا اور نہ ہی آمین بالجہر کہا نیز عملیات کا کام بھی چھوڑ دیا۔ کچھ دنوں بعد حضرت شیخ المکرم مولانا اکرم اعوان مدظلہ العالی ٹیکنیکل ہائی سکول کی جامع مسجد جو کہ ڈی گراونڈ والی مسجد مشہور ہے میں تشریف لائے۔ بعد از نماز مغرب میں نے بیعت کی۔ الحمداللہ نبی ﷺ کے دست اقدس پر بہت جلد میری روحانی بیعت بھی ہوگئی اور یوں نبی ﷺ کا فرمان بالکل سچ ثابت ہوا کہ "میں ﷺ بھی آپ سے بیعت لوں گا پہلے آپ ان (مولانا اکرم اعوان مدظلہ) کی بیعت کریں۔

بعد از وفات مفتی کفایت اللہ دہلویؒ کا بارگاہ رسالت ﷺ میں استقبال:

مفتی کفایت اللہ دہلویؒ کی وفات کے وقت مفتی سید مہدی حسنؒ صدر مفتی دارالعلوم دیو بند علاج کی غرض سے دہلی میں تھے مفتی صاحب کے بیٹے مولوی سید محمد میاں صاحب شاہ جہاں پوری اور شیخ عبدالحق پراچہ اس واقعہ کے راوی ہیں فرماتے ہیں۔

"سید مہدی حسنؒ کی ساڑھے دس بجے یکایک آنکھ کھلی، مولوی محمد میاں کو آواز دی اور دریافت کیا عبدالحق پراچہ ہیں۔ میں نے عرض کیا حاضر ہوں فرمایا شیخ صاحب (حضرت مفتی

کفایت اللہ") کا کیا حال ہے؟ میں نے جواب دیا، پہلے سے افاقہ ہے۔ فرمایا، شیخ صاحب کیا کہتے ہیں۔ حضرت مفتی اعظم تو انتقال کر چکے۔ یہ کہہ کر مولانا موصوف رونے لگے۔ پھر فرمایا میں نے ابھی خواب دیکھا ہے کہ ایک مکان میں اکابرِ اسلام کا اجتماع ہے۔ حضور نبی ﷺ بھی جلوہ افروز ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا "کیا کفایت اللہ نہیں آئے" کسی نے عرض کیا جی ہاں یارسول اللہ ﷺ وہ بھی آگئے ہیں۔ اِسی وقت حضرت العلامہ مفتی کفایت اللہ بھی وہاں آگئے اور اجتماع میں شریک ہو گئے۔ یہ خواب سنا کر مولانا موصوف زاروقطار رونے لگے اور فرمانے لگے مفتی اعظمؒ تو اپنے اکابر سے جا ملے ان کا انتقال ہو گیا۔ میں مولانا موصوف سے اجازت لیکر شہر آیا تو معلوم ہوا ٹھیک اسی وقت حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا ہے۔

''مفتی کفایت اللہ نمبر 27 بحوالہ ارواح ثلاثہ''

حضور ﷺ کا شاہ ولی اللہؒ کو مرض الموت میں تسلی دینا:

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فرماتے تھے" ایک مرتبہ شاہ ولی اللہؒ جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو مقتضائے بشریت بچوں کی صغرسنی کا تردد تھا۔ اسی وقت رسول ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ تشریف لائے اور فرماتے ہیں تو کاہے کو فکر کرتا ہے جیسی تیری اولاد ویسی ہی میری۔ پھر آپ کو اطمینان ہو گیا۔ حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں شاہ صاحب کی اولاد عالم ہوئی اور بڑے مرتبوں پر پہنچی۔

حکایات اولیا۔ص22

بعد از وفات حضور ﷺ کی بارگاہ میں مولانا محمد عمر پالن پوریؒ کی حاضری

حضرت مولانا محمد عمر پالن پوریؒ کے انتقال کے بعد مدینہ منورہ کے مشہور عالم مولانا عبدالمنان صاحبؒ نے خواب میں دیکھا کہ ایک مجمع ہے جس میں حضور پاک ﷺ تشریف فرما ہیں۔ اور وہاں تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہ اجمعین موجود ہیں اتنے میں مولانا محمد عمر نوراللہ مرقدہ پیدل چلتے ہوئے آرہے ہیں۔ جب قریب ہوئے تو حضور ﷺ نے بہت اکرام کیا اور ایک جوڑا اٹھایا اور پیش کرتے ہوئے فرمایا تم اسے پہن لو اور فرمایا تم بہت تھکے ہو آرام کرو۔

''سوانح۔ص106''

بعد از وفات مولانا اللہ یار خان کی بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضری

حضرت شیخ المکرم مولانا اکرم اعوان مدظلہ العالی فرماتے ہیں میں نے مغرب کی نماز ادا کی تو انوار کی بارش نے گھیر لیا حتیٰ کہ میرے لیے بیٹھنا محال ہو گیا۔ میں بستر پر لیٹا تو استغراق طاری ہو گیا۔ استغراق راہ سلوک کی اک کیفیت ہے جس میں ظاہر بدن بے حس ہو جاتا ہے۔ اور روح پوری طرح متوجہ الی اللہ بھی ہوتی ہے۔ جسم کی حالت سے باخبر بھی یہاں تک کہ لوگوں کی باتیں سنائی دیتی ہیں جواب دینے کی ہمت نہیں ہوتی۔ یہ ساڑھے چھ بجے شام کا وقت تھا کہ بارگاہ نبوت ﷺ سجی ہوئی تھی۔ مجھے تقریباً 25 سال ہو گئے میں بارگاہ نبوت ﷺ کی حاضری سے مشرف ہوں۔ الحمدللہ مجھ پر یہ اللہ کا احسان ہے کہ شیخ کامل کو وسیلہ بنا کر میری جوانی کی طویل راتوں کو محفل نبوی ﷺ سے چراغاں کر دیا غالباً یہ شعر اگر میں اپنے شیخ کے لیے عرض کروں تو سب سے زیادہ مناسب ہو گا۔

جزاک اللہ کہ چشمم باز کردی
مرا باجانِ جاں ہمراز کردی

(جاری ہے)

سماجی جیلہ

جلسہ بعثت رحمت عالم ﷺ

کنونشن سنٹر اسلام آباد

19 جنوری 2014

بنت حاجی غلام احمد، اسلام آباد

اسلام آباد کی پہاڑیوں کے دامن میں ایک نہایت دلکش اور پُر فضا مقام پر کنونشن سنٹر کی پر شکوہ عمارت واقع ہے جس میں اہم بین الاقوامی اور قومی سیمینار، کانفرنسیں اور پروگرام منعقد ہوتے ہیں۔ اس مرتبہ یہ پروگرام بنایا گیا کہ بعثت رحمت عالم ﷺ کے خوبصورت اور مقدس موضوع پر اس عمارت میں ایک سیمینار بتاریخ 19 جنوری 2014ء بروز اتوار بمطابق 17 ربیع الاوّل 1435ھ منعقد کیا جائے جس میں الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی بذات خود رونق افروز ہوں گے۔

جلسہ کے انعقاد اور اس میں شیخ المکرم مدظلہ العالی کی شمولیت کی خبر پاکر اسلام آباد راولپنڈی کے ساتھیوں اور الاخوات کی خواتین میں مسرت اور خوشی کی لہر دوڑ گئی اور وہ اُس سیمینار کی کامیابی کے لیے کمربستہ ہوگئے۔

اس پروگرام کی اہمیت کے پیش نظر ناظم اعلیٰ جناب صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان صاحب بنفس نفیس تشریف لائے اور بذات خود ہر چیز کی نگرانی فرمائی۔ اسلام آباد، راولپنڈی کے ساتھیوں اور الاخوات کی خواتین نے نہایت ذوق وشوق سے اپنے اپنے حصہ کی ڈیوٹیاں اپنے ذمہ لیں۔ راولپنڈی ڈویژن کے باقی شہروں سے بھی مرد اور خواتین نے اپنی اپنی ذمہ داریاں سنبھال لیں جو درج ذیل ہیں۔

1۔ کنونشن سنٹر کی بکنگ اور ضلعی انتظامیہ سے جلسے کے انعقاد کا اجازت نامہ

2۔ خصوصی دعوت نامے اور عام دعوت کا کام

3۔ لٹریچر تیار کرنا اور بانٹنا

4۔ استقبالیہ

5۔ سکیورٹی

6۔ Seating Guide

7۔ نظم وضبط

8۔ Book Stall

9۔ فون Message اور Net کے ذریعے پروگرام کا تعارف اور Invitation

اس سلسلہ میں مرد وخواتین نے الگ الگ کئی مرتبہ میٹنگز کیں۔ خصوصی دعوت نامے پہنچانے کے لئے تمام سیکٹرز میں خصوصی پروگرامز کا انعقاد کیا گیا تاکہ زیادہ سے زیادہ ہر علاقے کے لوگوں تک براہ راست بعثت رحمت عالم ﷺ کے پروگرام کی اہمیت مدلل طریقے سے پہنچائی جاسکے اور لوگوں کو اس عظیم المرتبت کام کی افادیت سے آگاہ کیا جاسکے۔

الاخوات کے زیر اہتمام sec G10/2، Sec. F8/2 دارالعرفان، G-6.1/2، G-11 بھارہ کہو سملی ڈیم روڈ، بھارہ کہو کیانی روڈ، بھارہ کہو پھلگراں، مل پور کھنہ پل، چوہڑ چوک علی آباد، بکرا منڈی، گروٹی روڈ پر اجتماعات ہوئے۔ تمام مقامات پر خواتین کی کافی تعداد جمع ہوئی اس موقع کی برکت سے کافی نئی خواتین کو ذکر اللہ سکھانے کا موقع بھی ملا کئی جگہوں پر لڑکیوں کے مدرسے میں بلایا گیا وہاں پر تعلیمات کے ساتھ برکات کی ضرورت اور لطیفۂ قلب ذریعہ علم پر بات کرنے کی سعادت حاصل کی گئی اور یہ سب کچھ کیوں نہ ہوتا کہ ہمارے عظیم شیخ، اللہ کے محبوب ولی اور محبوب الٰہی ﷺ کے ایسے غلام جنہوں نے خدمت عالی میں اپنی جان، اولاد، مال، اوقات، خاندان اپنی ساری توتیں نچھاور کی ہوئی ہیں۔

دعوت دینے کی ان ساری کوششوں کے ساتھ الاخوات نے پشاور موڑ کے مصروف ترین چوک پر L.C.D نصب کیا جس پر اس کا Promo Display ہوتا رہا۔

اللہ کے فضل وکرم اور اس کی دی ہوئی توفیق سے اپنے پیارے شیخ المکرم حضرت جی مدظلہ العالی کی دعاؤں سے اور صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان صاحب کی خصوصی ہدایات اور بہترین رہنمائی سے ساتھیوں نے اپنی بساط بھر تیاری کر لی اور تمام ساتھی دعاؤں کے ساتھ اس خوبصورت گھڑی کے منتظر ہو گئے۔

بالآخر 19 جنوری کا سہانا سورج چمکا۔ سارے ماحول میں انوارات وبرکات سے پر ایک خوشبو رچ بس گئی۔ دلوں کی دھڑکن کا عجیب عالم تھا۔ تمام ساتھیوں کا جذبہ دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ ڈیوٹی والی خواتین وحضرات صبح 9 بجے کنونشن سنٹر جمع ہو چکے تھے خواتین اپنے حصے میں جمع ہوئیں Over all Incharge ساتھی خاتون نے مختصر اور جامع Motivational speech کی اور ذکر قلبی کروانے کی سعادت حاصل کی اور لبیک اللھم لبیک کی صدا کے ساتھ دعا کی گئی اور سب کو اپنی اپنی ڈیوٹی والی جگہ پر مقرر کیا۔

وطن عزیز کے گوشے گوشے سے مہمان جوق در جوق آنا شروع ہوئے۔ مقامی ساتھیوں نے اپنی نشستیں چھوڑ دیں اور باہر سے آنے والے مہمانوں کو اُن پر بٹھایا۔

خواتین کے حصہ میں بھی یہی کیفیت تھی۔ موجود وزرا کی بیگمات، فوجی افسران کی بیگمات، اعلیٰ سرکاری افسر، ڈاکٹرز، وکیل، پروفیسر کاروباری خواتین سے لے کر عام خواتین، ان پڑھ خواتین مزدوری کرنے والی خواتین کا ایک جم غفیر تھا۔ نہایت ادب واحترام کے ساتھ اور اطمینان سے لوگ نشستوں پر براجمان ہوتے گئے شہر کی خواتین سیڑھیوں اور فرش پر بیٹھتی رہیں۔ ہال کھچا کھچ بھر چکا تھا۔ ہال کے باہر ایک L.C.D لگوائی گئی جن خواتین کے ساتھ بچے تھے انہیں ہال سے باہر بٹھایا گیا اور وہ بھی کھچا کھچ بھر گیا۔ خواتین آتی گئیں اور سماتی گئیں دل اپنے اللہ کے شکر میں مصروف تھے اور وجود تندہی سے خدمت میں مصروف۔ بالآخر وہ گھڑی آ پہنچی۔

حضرت شیخ المکرم مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی کی گاڑی پھولوں کی برسات میں کنونشن سنٹر میں داخل ہوئی نعرہ تکبیر اور نعرہ رسالت کی گونج میں حضرت جی مدظلہ العالی کنونشن سنٹر کے اندر ہال میں تشریف لائے۔ ہال میں موجود تمام حضرات وخواتین نے کھڑے ہو کر اپنے پیارے شیخ مدظلہ العالی کا استقبال کیا۔ نظم وضبط کا جو مظاہرہ دیکھنے میں آیا لوگ سالوں نہیں بھول سکتے۔ ایک پروقار و پرکیف اور عشق کی خوشبو میں بسا ہوا ماحول تھا اور کیوں نہ ہو حضرت محمد رسول ﷺ کی بعثت اور ولادت باسعادت کی خوشی کا موقع تھا اور حضرت جی مدظلہ العالی کے صحبت یافتہ ذاکرین وذاکرات کا اجتماع تھا جو نئے آنے والوں کے لئے موجب حیرت بنا ہوا تھا۔

پروگرام کا باقاعدہ آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ اللہ کا کلام اور صاحب مجاز جناب قاری عبدالخالق صاحب کی روح پرور آواز دلوں کو گرما گئی۔ پھر حضرت جی مدظلہ العالی کی ایک نعت عشق ومحبت میں ڈوبی ہوئی آواز میں پیش کی گئی۔

ان کی برکات کو پالیتا ہوں دل کے اندر
اک جہاں اور بسالیتا ہوں دل کے اندر

نعت خوانی کے بعد حافظ غلام قادری صاحب کو خطاب کی دعوت دی گئی۔ جنہوں نے نہایت جامع انداز میں حضرت شیخ المکرم مدظلہ العالی کا تعارف پیش کیا۔

ناظم اعلیٰ صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان صاحب جو کہ اس سیمینار کے منتظم اعلیٰ بھی ہیں کو میزبان کمپیر نے نہایت ادب کے ساتھ دعوت خطاب دی۔

صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان صاحب نے معزز مہمانان گرامی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا، میں اپنی طرف سے، مجازین جناب میجر غلام قادری صاحب، مولانا بشیر صاحب اور تمام رفقاء کی طرف سے نہ صرف آپ کا شکر گزار ہوں بلکہ احباب سلسلہ کی دعوت پر تشریف لانے والے ہر فرد کا شکر گزار ہوں۔ دعا گو ہوں کہ اللہ رب العزت ان خوبصورت محافل کے صدقے اپنے اور اپنے حبیب کے ساتھ اظہار

محبت کے صدقے ہماری زندگیوں میں وہ تبدیلی عطا فرمائے جسے رسول اللہ ﷺ نے پسند فرمایا ہے۔ جو حصول رضا الٰہی کا واحد راستہ ہے یہ وہ جگہ ہے وہ دربار ہے یہاں پر ہر حاضر ہونے والے کو اپنے دعوے کے ساتھ عبادات سے عملی زندگی تک ثبوت دینا ہوں گے۔ میں دعا گو ہوں کہ اللہ ہم سب کا یہاں اکٹھا ہونا قبول فرمائے۔ یہ اللہ کا احسان ہے کہ اللہ نے ہمیں شیخ المکرم کے وجود میں وہ ذات عطا فرمائی ہے کہ میں نے آج تک اپنی اس زندگی میں تمام تجربات تمام ملاقاتوں میں اتنے انداز کسی ایک شخصیت میں نہیں دیکھے۔ اللہ آپ کو لمبی زندگی عطا فرمائے۔ اچھی صحت عطا فرمائے تا کہ آپ آئندہ بھی تشریف لاسکیں۔

جناب ناظم اعلیٰ کے خطاب کے بعد میزبان کمپیر نے یہ شعر پڑھا۔

نہیں دردِ دل کی دوا اس جہاں میں
تیرے نام میں مگر میں دیکھتا ہوں

یہ شعر پڑھتے ہوئے محترم جنرل ریٹائرڈ حمید گل صاحب کو خطاب کی دعوت دی گئی حمید گل صاحب نے بتایا کہ وہ کم وبیش بیس برس سے تنظیم الاخوان سے منسلک رہے ہیں اور حضرت جی مدظلہٗ العالی کے ہمرکاب رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ مولانا کے اندر ایک انقلابی روح تڑپ رہی ہے اور پاکستان کو جس چیز کی ضرورت ہے وہ ان کے اندر کی Spirit ہے جس کی بنیاد پر پاکستان قائم ہوا تھا۔ وہ اس مشن کو لے کر چلے ہیں انہوں نے رب کی دھرتی رب کا نظام کا جو نعرہ دیا ہے وہ لاکھوں دلوں کی دھڑکن ہے۔ جنرل صاحب نے شیخ المکرم کی شخصیت کے متعدد پہلوؤں کو بہت خوبصورت الفاظ میں متعارف کراتے ہوئے کہا کہ آپ ایک Self Revolutionist ایک ادیب، لیکچرار، بہت اچھے شکاری اور مجاہد بھی ہیں اور ان کے سلسلے کا رخ روایتی خانقاہی نظام سے ہٹ کر ہے۔ مولانا اس پر believe کرتے ہیں۔

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری
کہ فقرِ خانقاہی ہے فقط اندوہ دلگیری

انہوں نے علامہ اقبال کے خوبصورت شعر پر اپنا بیان ختم کیا۔

عقل و دل و نگاہ کا مرشد اولین ہے عشق
عشق نہ ہو تو شرع و دین بت کدہ تصورات

جنرل حمید گل کے بعد سینیٹر جناب راجہ ظفر الحق صاحب کو خطاب کرنے کی دعوت دی گئی انہوں نے اس پرنور پروگرام میں شمولیت کو اپنی خوش نصیبی اور اللہ کی عطا قرار دیا۔ انہوں نے حضرت جی مدظلہٗ العالی کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ یہ اعجاز اس تعلق کا ہے جو انہیں حضور اکرم ﷺ کی ذات سے نسبت کا ہے اس سے بڑی صفت اور ہو نہیں سکتی۔ آج ہمیں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تعلق درست کرنے کی ضرورت ہے۔ راجہ صاحب نے مزید کہا کہ بحیثیت قوم جو ذمہ داری ہم پر تھی اس کو پورا کرنے کی ضرورت ہے۔ (جاری ہے)

بقیہ صفحہ نمبر 45 سے آگے

اس لئے نبی اکرم ﷺ نے حضرت عثمان غنیؓ کو اُن کے پاس ٹھہرنے کا حکم فرمایا۔ جس دن حضرت زید بن حارثؓ غزوہ بدر میں مسلمانوں کی فتح کی خوشخبری لے کر مدینہ منورہ پہنچے اُسی دن حضرت رقیہؓ کا وصال ہو گیا۔

حضرت ام کلثومؓ کا نکاح مبارک:

حضرت رقیہؓ کی وفات کے بعد نبی اکرم ﷺ نے اپنی دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم کا نکاح حضرت عثمان غنیؓ سے کر دیا۔ اسی لئے تو حضرت عثمان غنیؓ کو ذوالنورین یعنی دو نوروں والا کہا جاتا ہے۔

بچو! حضرت عثمان غنیؓ کی خوش بختی دیکھئے کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی دو بیٹیوں کا نکاح یکے بعد دیگرے اُن سے کیا اور یوں انہیں دو مرتبہ نبی اکرم ﷺ کا داماد بننے کا شرف حاصل ہوا۔

حضرت فاطمہؓ کا نکاح مبارک:

غزوہ بدر کے بعد ہی نبی اکرم ﷺ کی تیسری بیٹی حضرت فاطمہؓ کا نکاح مبارک ہوا۔ اس مرتبہ نبی اکرم ﷺ کا داماد بننے کا شرف حضرت علیؓ کو حاصل ہوا۔ حضرت علیؓ نبی اکرم ﷺ کے چچازاد بھائی بھی تھے۔

سالانہ اجتماع 2014ء

دارالعرفان منارہ میں سالانہ اجتماع 23 مئی 2014ء سے شروع ہے جو 22 جون 2014ء کو اختتام پذیر ہوجائے گا اس اجتماع کا ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔ ساتھیوں سے التماس ہے کہ اس موقع سے بھرپور فائدہ اٹھائیں، اس میں شرکت کریں۔ اپنے اہل خانہ، دوستوں اور رشتہ داروں کو بھی دعوت دیں، تزکیہ نفس کے اس موقع کو ہاتھ سے جانے نہ دیں، اپنی اصلاح کریں اور اپنی دنیا اور آخرت دونوں کو بہتر بنائیں۔

یاد رکھیں! تصوف اور سلوک کی تعلیم اس سے بہتر منظم انداز میں آپ کو کہیں میسر نہیں آئے گی۔

ہدایات برائے شرکاء اجتماع

اس مرتبہ شیخ المکرم کا حکم ہے کہ ہر شخص جو بیعت ہے اس اجتماع میں ضرور شرکت کرے۔

1۔ 12 سال سے کم عمر کے بچوں اور بچیوں کو لانا سختی سے منع ہے۔

2۔ موسم کے مطابق اپنا بستر اور دیگر ضروری سامان ہمراہ لائیں۔ چارپائی اور خواتین کے حصے میں وہیل چیئر نہ لائیں۔ نہ ہی کوئی چارپائی مہیا کی جائے گی۔

3۔ نئے ساتھیوں کو زیادہ سے زیادہ ہمراہ لائیں۔ لیکن ذکر سکھا کر اور تھوڑی تربیت کر کے لائیں تا کہ اجتماع سے بھرپور طریقے سے مستفیض ہوسکیں۔

4۔ کھانے پینے کے اوقات میں اگر زیادہ ہجوم ہو تو صبر اور نظم کے ساتھ باری کا انتظار کریں۔

5۔ اجتماع کے دوران اعتکاف کی نیت کر کے آئیں اور زیادہ سے زیادہ وقت ذکر واذکار میں گزاریں۔ دارالعرفان سے باہر صرف بہت ہی ضروری کام سے جائیں جیسے دھوبی سے کپڑے لانے، یاد دینے کیلئے۔

6۔ کوئی دنیا کی طلب لے کر نہ آئے نہ دنیاوی کام سے آئے۔

7۔ کوئی خود علاج کروانے نہ آئے نہ مریض کو ساتھ لائے۔

8۔ تعویذ کی امید پر اجتماع میں نہ آئے۔

9۔ شیخ المکرم سے اجتماع کے دوران ملاقات نہ کریں۔ اس کیلئے بعد میں آئیں۔

10۔ اپنے آپ کو پروگرام کا پابند رکھیں اور ذکر اذکار کے وقت ذکر اور بیان کے وقت بیان میں شامل ہوں۔ جو مجاہدہ نہیں کر سکتا اور پابندی نہیں کر سکتا وہ گھر چلا جائے۔

11۔ تھک کر فضول پھرنے کی اجازت نہیں ہے۔

12۔ پانی کی قلت ہے تاکید ہے کہ بغیر ضرورت پانی استعمال نہ کریں، کپڑے دھونے کی اجازت نہیں ہے۔

13۔ موبائل فون پر سخت پابندی ہے۔

14۔ شیخ سے توقعات کو درست رکھیں۔

15۔ اللہ کی عظمت کا یقین رکھ کر شیخ کی صحبت میں آئیں۔

16۔ اجتماع پر دعا کا سلیقہ سیکھنے کیلئے آئیں۔

17۔ اجتماع کی حاضری کو رسم نہ بنائیں بلکہ زیادہ سے زیادہ وقت یہاں لگائیں۔

18۔ دارالعرفان کی بنیادیں، دیواریں، چھتیں، ریت کا ایک ایک ذرہ ذکر سے منور ہے یہاں ذکر الٰہی کے جو لمحے نصیب ہوں اس سے جھولی بھر لیں۔

19۔ اجتماع میں خواتین کو صرف پانچ دن رہنے کی اجازت ہے، البتہ ڈیوٹی والی خواتین زیادہ قیام کر سکتی ہیں۔

20۔ معذور خواتین اجتماع میں تشریف نہ لائیں بلکہ اجتماع کے بعد کسی وقت آئیں۔

name of the book or the reference for it but it gives us a good lesson to learn. Once Prophet Issa (A.S) passed by a grave, the dead in the grave was being punished. A few days later Prophet Issa (A.S) again passed by that grave and found out that the deceased was now at peace. Prophet Issa(A.S) prayed to Allah enquiring what this deceased had done in his grave which lead to the change in Divine decision. Allah told Prophet Issa (A.S) that this man had a small child who had now turned five and his mother took him to a Madrassah(religious school.)The little boy said "In the name of Allah, the Most Gracious, the Most Merciful" in his baby talk. He was calling out Rahman, Raheem, so Allah's Mercy(Rahmat) could not bear to let his call go in vain and because of him forgave his father who was in trouble.

So Allah's Mercy is always looking out for excuses to forgive people; Can anyone think of paying its price?

His Mercy does not ask for any price, it only demands an excuse, a cause. This is a matter of the Hereafter and Allah, but for the one in this world, he has to see his character. What is he doing?Does he know the etiquettes of receiving beneficence (faiz)?Does he aspire to receive beneficence(faiz)or trying to give beneficence(faiz)?

So these people who lost their way , should they not be even discussed what good would it do. Just as Hazrat Rabia Basri (RUA) was once asked why she never mentioned or criticized Satan She replied that the amount of time, and words that would be used to reproach Satan would rather be spent in praising Allah and HIS attributes.

So please keep yourself focused on your goal and utilize your time, and pay attention to your work. The one who deserted the Order, certainly had some evil trait in his character, otherwise Allah does not deprive people. Allah accepts even the sinners. HE accepts the repentance of wrong doers. The door of repentance is open for all, and everyone who enters is welcomed. However, one who lacks sincerity is discarded.

There are two aspects of a matter or to say two ways of looking at things. We see one aspect of a matter that a person does not offer his prayers (salat.) The other aspect and the real aspect of this matter is that Allah has divested him of his capacity to prostrate before HIM. There must be something wrong with his character, ideology or thinking whereby Allah has deprived his forehead of prostrations before HIM. A commoner would look at the first aspect only, but the one blessed with vision will look at the second aspect.

A person may think that they left the Order (Silsilah)but in reality Allah has deprived them of His blessing. I wonder where they went wrong. So those who are themselves deprived what good can they do to others?The people who joined them , their character and grooming will reveal that their beliefs have become distorted, let alone their deeds.

May Allah protect us from this waywardness and keep us steadfast upon truth. May He grant us the capacity to stand up for truth and die with His truthful servants and be resurrected with them in the Hereafter.

When the goals change, everything changes. As long as our goal remains to attain Allah's pleasure, our mistakes are overlooked by HIM and we remain acceptable in HIS court. When the goal is to acquire wealth or fame, then even if we act very piously we are rejected by HIM. It is because when the basis is wrong mere piety carries no weight, when there is no foundation, the building no matter how beautiful, is bound to collapse. Intentions and sincerity are the foundations of this building, so when the foundation slips out the building will collapse.

My advice to you is to mind your own business and forget those who have left. We do not need to worry for them.

concerned that who were these people and what they did, or are doing, it should be none of our concernLet there matter and fate be left to Allah. HE is best at doing justice and HE knows HIS servants directly.

However, we may evaluate that all those who left the Order and went to the other side, how many of them were reformed? They were devastated, and what good could anyone have received People who joined them probably, had no wisdom or understanding at all.

A few days back I happened to visit the tomb of Hazrat Allah Yar Khan(RUA) which I regularly do after a month or two. So I spent some time there, repeated my lessons, prayed and came back. A little far away, a group was having their congregation(Ijtema). They had also arranged for police to provide them security, so the policemen were also sitting aside with their guns. Since I am accompanied by guards who carry arms, the policemen came running towards us, and were concerned as to who we were. We told them to relax. They said they were on duty. We said we are also on duty, so you do your duty and let us do our duty. The inspector was a bit annoyed for not getting the expected importance and reluctantly returned to his seat. We also sat by the grave of Hazrat Allah yer Khan (RUA)where some people were reciting the Quran as if they were offering him (RUA)help for his (RUA) salvation. They believe their recitation is a favour they are doing to help Hazrat (RUA) , if this is their level of understanding, from where they have received beneficence(faiz) and how much they have they received What do they know about'faiz'(beneficence).

We visit the graves of our ancestors and relatives and recite Quran and think that it benefits them. I read a book 'Hayat-ul-Haywan, the author, may Allah shower Mercy on him has listed all the animals he can think of from A-Z and has described their features, their benefits and qualities. The author has often drifted away from the real topics and has narrated Hadith and other incidents too..

He writes about two friends, of whom one passed away. The other friend thought he should do something for his deceased friend. So he decided to recite the Quran daily at his grave, as much as he could. He visited his grave everyday and recited Quran sometimes a rakooh, sometimes even a para. One day he dreamt that his deceased friend was very annoyed and was saying that he should leave him alone, and recite the Quran at home. The friend clarified that he was making so much effort, visiting his grave everyday and reciting Quran to benefit him. The deceased friend said, whenever you recite verses from the Quran, the angels beat me and ask why he had not listened or read these verses when he was alive and why he had not practiced them in his life when he knew it was Allah's book .So he requested his friend not to come to his grave for recitation as he never wanted to be thrashed. These are different states or feelings. There maybe some whose misery or punishment is alleviated when Quran is recited at their graves. While for others it may become a cause of increasing their misery. In any case, a person who recites Quran at the grave of his loved one wants to benefit the deceased.

Now these people who had come for Ijtemah and were trying to benefit Hazrat (RUA).What do they expect to receive?If they had these feelings. Had they known the etiquettes to be observed, they would have sat respectfully and had concentrated on their meditations and gained some beneficence.

I saw the whole idea reversed and I was astonished that if they do not know even such a basic thing, how will they receive any beneficence They don't even know, what is to be done and what is not to be done.

Allah is very Magnificent. I read an incident in a book, I do not remember the

Translated Questions and Answers of Hazrat Ameer Muhammad Akram Awan MZA

THE EXALTED ORDER AND THE SHAIKH'S STATUS

FromPreviousMonth

Answer to Q.No.7 was published in May 2014. The remaining is as below.

Ans: So it is not a matter of merely repeating these lessons,but the real thing is the feeling which is instilled in the heart. The transmission of feelings is severed when allegiance is severed. I saw a pamphlet of seven pages written by someone as a eulogy of one of the Shaikh of such a self proclaimed Order, which he made after splitting from this Exalted Order.

To evaluate the situation we must see that a person who left the Exalted Order, even if he has managed to gather thousands of people around him, have these people improved in beliefs and actions If the answer is in the negative, then what benefit did they get? It is not possible for them to attain any feelings.

So I read in the booklet, it said that the Shaikh is so humble, he says'I am not a scholar I must say it is not humility but a reality that he is not a scholar, he never went to a Madrassah, nor learnt anything from a Shaikh then how can he be a scholar.

Another lie written in the booklet was that he quit his job in order to serve Tassawuf, whereas I know how the army begged him to leave. He never quit his job by choice for serving the Order.

Another very interesting feature written about this Shaikh was that when he leads the meditations, he recites poetry. Now since he does not have any feelings, he has to entice the people with poetry. If he had feelings, he should transfer those feelings, What is the need for reciting poetry? This is similar to the situation when people get exhilarated upon hearing qawali and it is only a state of mind and has nothing to do with spirituality. Hence, it leaves no impression on the heart.

So if a Shaikh has to rely on poetry for doing lataaif (Subtleties) and meditations (muraqabat) then he is actually making the minds focus in one direction and thus the people feel enthralled. This fact alone proves that he possesses, nothing in reality, and has only made up a business concern. Allah will pass the best judgement.

But as for myself, anybody, who leaves the Order, I never remember him or her, and I never even talk about him or her. His or her matter rests with Allah;if He forgives him or her then who are we to object.If He decides to take him or her to task then we certainly have no ties with him or her. The righteous scholars say that a person who quits 'Tareeqah', the sublime path, this kind of apostasy is not disbelief. An apostate of Shariah (canons)of Islam is a disbeliever; but an apostate of Tareeqah cannot be declared as a disbeliever, but they say that such people generally die as disbelievers. This apostasy takes a person towards disbelief gradually. The beliefs begin to distort and the character begins to decline. This world begins to become the goal instead of the Hereafter, which destroys him.

Remember a person who leaves the Order, he can attain worldly fame ,can acquire and amass wealth but the feelings can never be attained through fraudulent means. And as far as this is

Major Zainul Abideen (currently of Bangladesh) Lieutenant Ghulam Muhammad, Captain Muhammad Ghaus, Captain Muhammad Rafiq and Captain Umar Hayat joined. Through these Ahbab the Silsilah spread very rapidly and Zikr centres were established in a number of places. Wherever these Ahbab were posted, they invited Hazrat Ji rua to visit those cantonments. With great affection Hazrat Ji rua would visit and stay with the Sathis for a few days during which he would deliver his Jum'ah address in the various Masajid of those areas. The new Ahbab would be blessed with Zikr under his Tawajjuh, which would cause revolutionary changes in their hearts.

In Hazrat Ji rua's words' :I disciplined them by the stick They were like raging camels who were nose strung and bridled, picked out of alcoholic dens and made to sit in Zikr circles'.

The background of each of these Ahbab, before their entry into the Circle of Zikr, is a story in itself, amazing and enlightening.

Lieutenant G. M.(Ghulam Muhammad)was reputed as a rake in the Club;under the Tombola canopy H is loud and resounding laughter would regale both men and women alike. When Hazrat Ji rua came to Risalpur, Lieutenant G. M. was extended an invitation to meet him.

'Meet him?But why'?

'G. M. Why?Should one not meet Men of God'?

'Yes yes. Should meet them'.

G. M. arrived when Hazrat Ji rua was performing Wuzu. While waiting outside on a chair, he took out a cigarette and lit it. This Lieutenant was totally enveloped by his own fancy. When Hazrat Ji rua took his seat, he was presented.

'Hazrat, this is Lieutenant Ghulam Muhammad'.Hazrat Ji rua ignored the introduction. Once again it was repeated'Hazrat, this is Lieutenant Ghulam Muhammad'.

With an air of unconcern, Hazrat Ji rua replied'Make him sit somewhere'.

These words of Hazrat Ji rua caused turmoil within G. M'.G. M, the soul of every gathering, but this is his 'prestige' in the eyes of a Man of Allah: 'Make him sit somewhere!'So, is this G. M's worth that he is not even worthy of any attention'!

Zikr commenced and G. M. began to disintegrate and dissolve within himself. By the time Zikr ended, the idol of his ego had been demolished and he was no longer the old G. M. He walked out of the Club's atmosphere and made his attendance in a Zikr circle his regular routine.

Captain Ghaus was a brilliant palmist who was always surrounded by his girlfriends wanting to have their palms read. As far as he was concerned any talk about Anwaraat, Mushahidaat, he would term as 'slander mongering .'He would make fun of the intelligence and judgment of Ahbab, mockingly calling them crazy.

One day he was struck by a thought to go and attend an assembly of Zikr where according to these people'Anwaraat' descended like rain, so that he could then categorically say that Anwaraat, Kashf and Mushahidaat were all empty talk.(To be Continued)

expanded considerably and the sight of so many Ahbab in Shari'ah appearance, made people exclaim, where such a large contingent of Hujjaj had come from.

Hazrat Ji rua was invited to Karachi in 1966,and he travelled there in the lower class of the Awami Express Train. There being no adequate arrangement for him in Karachi, he resided near the airport in the JCO's (Junior Commissioned Officers) Quarters for 10days. During his stay, he gave the Jum'ah address at the Masjid of the PNS Himalaya, and that led to the establishment of a Zikr circle in the Pakistan Navy also. The Zikr circle of Pakistan Navy included a large number of Ahbab belonging to (erstwhile)East Pakistan. Hazrat Ji rua appointed Muzammil Haq as a Sahib-e Majaz;He went to settle in Bangladesh in 1972.

D'ua-e Hizbul Bahar

After 1966 it became Hazrat Ji rua's routine to visit Karachi bi-annually, mostly in spring and autumn. During one tour he was asked about the D'ua-e Hizbul Bahar. He replied,'Come, let us ask Allama Shazli rua directly'.He reflected his Tawajjuh there and related in detail how Allama Shazli rua's ship remained anchored at sea for days due to an opposing wind, which made it impossible to reach Jeddah from Egypt in time for Hajj. Under these conditions this D'ua was inspired to him and he at once ordered that the sails be unfurled. The ship set forth, covering a journey of two weeks in just a few days.

Hazrat Ji rua was asked about certain conditions that are imposed with this D'ua, namely Fasting, Itekaf and Iftar(opening the Fast)with barley. He rua replied,'Allama Shazli rua says that these conditions were imposed by me, but you (Hazrat Ji rua) can give permission to whoever you wish (to recite the D'ua) without these conditions'.

Thereby, Hazrat Ji rua gave permission to Qadri Sahib, who had asked the question, for this D'ua without the accompanying conditions. Regarding D'ua-e Hazbul Bahar, Hazrat Ji rua said,'the time of death is fixed, but if it is not yet its time, then by the blessing of this D'ua, not even a canon ball can cause any harm.'In 1968,Havildar Sadiq and Sher Ali were posted to Quetta and a Zikr circle was established at the Infantry School as well.

Spread of the Silsilah among Army Officers

In 1968 ,an old member of the Silsilah, Hakeem Bashir, had the opportunity of offering the Maghrib Salah in the Imamat of Lieutenant Ahsan Baig, at the home of an Army officer at Quetta. Referring to the beautiful recitation rendered by Ahsan Baig, Hakeem Bashir went on to mention the beauty of the inner self and invited him to Zikr-e Ilahi for its attainment. In this Zikr assembly along with Lieutenant Ahsan Baig another officer, Captain Muhammad Hanif also took part. They were the first Army officers who came into the Zikr circle.

When both of them were posted to Risalpur in 1969 ,the Silsilah was not only established among the Army officers there but was also among the Air Force officers. The first officer from the Air Force Hadi Hassan Shah joined the Silsilah around the time when

Hayat-e-Javidan **Chapter 21**

A Life Eternal (Translation)

From Previous Month

A Saint is buried in the area of 502 Workshop. During Zikr the Ahbab contacted him spiritually and he told them, 'I progressed to the Maraqbaat-e Salasah, with the help of Hazrat Barri Shah Lateef rua, in 35 years. The stations up to Masjid-e Nabvi saws that you have attained in one year are not due to your own efforts but that of your Shaikh's, whereas our achievements were the result of our personal effort.'

In the initial period, spiritual visions were granted in abundance to the Ahbab, which not only served to strengthen them but also were a means of inviting others to Zikr. This applied to the 502 Workshop as well. Whoever commenced Zikr would start acting on the Shari'ah, become regular in offering the Tahajjad Nawafil and grow a beard within a few days. Soon, a separate file of men sporting beards was noticed which was bound to arouse curiosity. The duty to investigate this development was given to the Subedar Adjutant but when he came in greater contact with the Ahbab, he too started doing Zikr.

Karachi

Postings are a part of the Army life. After some time the Zakireen of 502 Workshop started being posted out, but wherever they went they became the means of inviting others to Zikr. In the Masajid of their new units, the Pas Anfas method of Zikr aroused curiosity as well as some opposition due to lack of information, but when people noticed the life changing habits in every new Zaakir, they were forced to accept that definitely something had inspired these hitherto irreligious people to stay up at night in Allah swt's worship, and to move out from cinema halls to the House of Allah swt and to become followers of the Holy Sunnah.

In 1965 Qadri Sahib was transferred to Karachi at the Maripur Air Defence Workshop. Troubled by the strong inauspicious effects of Karachi's atmosphere, he wrote to Hazrat Ji rua, who wrote back instructing him to frequently recite the following Ayah from the Holy Quran

اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّکَ اِلٰی مَعَادٍ

Verily He, Who ordained the Quran for you, will bring you back to the place of return.(Al Qasas-85)

At the same time he consoled him saying, 'I hand you over to Allah swt as a trust. He swt will protect you and take some duty from you.'

Zikr centres were established in various areas of Karachi. Havildar Muhammad Sadiq and Sher Ali joined the circle during this period and they contributed significantly towards the spread of the Silsilah in the Army.

By 1965 the Badeen Zikr circle had

Shaban Ul Mauzam 1435h

June 2014

ماہنامہ

المرشد

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ قَالُوْا وَمَا الْمُفَرِّدُوْنَ

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ الذَّاکِرُوْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا وَالذَّاکِرَاتِ (مسلم)

Narrated By Hazarat Abu Huraira
The Prophet S.A.W.S Said "the Mufrids Have Excelled.
"The Companions Asked:" Who Are The Mufrids?".
The Propht S.A.W.S Said: "Men And Woman Who
Excessively Remember Allah ."(muslim)

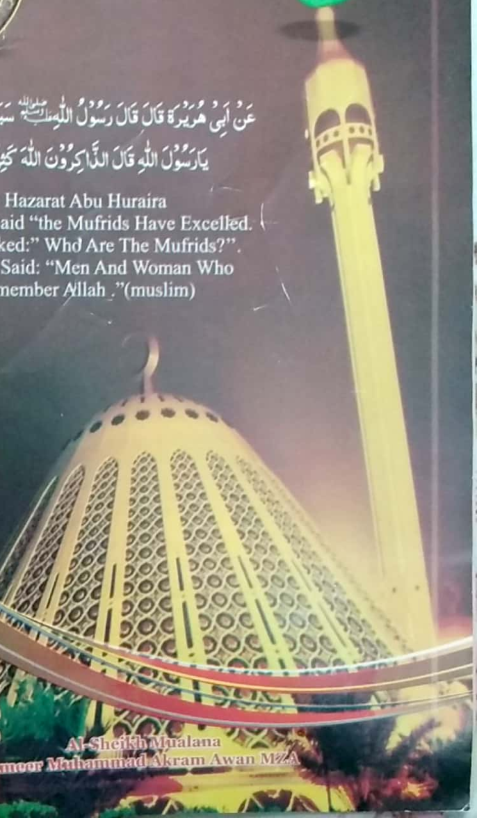

MONTHLY AL-MURSHID PS/CPL # 15
17-AWASIA SOCIETY COLLEGE ROAD, TOWN SHIP LAHORE

Fatima-Mosque-in-Kuwait

The easiest method to develop love with the Holy Prophet (SAWS) is to study His (SAWS) noble biography.

Al-Sheikh Mualana
Ameer Muhammad Akram Awan MZA

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو وڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ ایپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ ایپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور ایپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1- مفسّر، مترجّم و مفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2- مشکوۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔ 3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہیں آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہیں پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔ 4- اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔ 5- حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6- ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8- اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔

9- سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فورا ایپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255